شائستہ شریف*

وبائیں اور جدیدیت

Pandemics and Modernism

Abstract:

History is full of accounts of devastations caused by pandemics. The destruction caused by influenza in 1918-1919 has no parallel in history. At the same time, humankind faced another devastation in the form of World War I. The physical, mental, and psychological impact of the influenza pandemic on human life was no less intense than the one caused by the war. Nevertheless, the literature produced in the first half of the twentieth century was generally analyzed from the perspective of war. For the first time, Elizabeth Outka studied modern literature from the perspective of pandemics in her latest book titled *Viral Modernism*. A handful of writers have attempted to describe the havoc caused by the COVID-19 pandemic and its impact on human life and how to deal with the post-pandemic situation. This paper presents a review of the literature produced on pandemics in history with particular reference to Elizabeth Outka's work and the literature produced on influenza (1918-1919) while taking note of the reasons of the disappearance of pandemics in selected texts.

Keywords: Elizabeth Outka, Pandemic, Modern Literature, Devastation, Covid-19, Poetry, Death, War, History.

۲۰۱۹ء میں نمودار ہونے والی کورونا وبا نے دیکھتے ہی دیکھتے معمولات زندگی کو تہ و بالا کر دیا۔ غیر یقینی حالات اور غیر مرئی خطرے نے خوف اور دہشت کی فضا کو جنم دیا۔ اس صورت حال میں بین الاقوامی سرحدیں مقفل ہو گئیں۔ زینو فوبیا، نسل پرستی اور قوم پرستی عروج پر پہنچ گئی۔ آزاد معیشت پر انحصار کرنے والے بڑے جمہوری ممالک عالمی وبا کے سامنے زیادہ بے بس دکھائی دیے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی فطرت میں موجود خود غرضی اور نفع اندوزی پوری طرح عیاں ہو گئی۔ ان حالات میں اہل بصیرت نے کورونا وبا کے معاشرے پر اثرات کا جائزہ لینے کے لیے وباؤں کی تاریخ کو کھنگالا۔ کورونا وبا کے دوران میں ہونے والی

انفرادی اور اجتماعی کوتاہیوں کا جائزہ لیا گیا۔ کچھ ماہرین نے انسانی نفسیات پر اس کے اثرات کو موضوع بنایا تو کچھ نے بہتر مستقبل کو انسانیت پر مبنی رویوں کے فروغ سے مشروط کیا۔ پروفیسر جیرارڈ دیلانٹی(Gerard Delanty۔پ:۱۹۶۰ء) نے *Pandemics, Politics and Society* کے عنوان سے کتاب مرتب کی۔ جس میں کووڈ۔۱۹ کے دوران سماجی، سیاسی اور ریاستی اداروں کے کردار کو مختلف پہلوؤں سے دیکھا گیا ہے[۱]۔ ڈاکٹر جول ووس(Joel Vos) نے The Psychology of Covid -19 میں جائزہ لیا کہ ایک پر خطر غیر یقینی صورت حال کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر کہاں تک برداشت کیا جاسکتا ہے۔ وبا کی پیدا کردہ بے معنویت کو بامعنی کیونکر بنایا جائے، سب سے اہم یہ کہ طاقتور حلقوں کو اس بحران کو اپنے حق میں استعمال کرنے سے کیسے روکا جائے[۲]۔ نیلسن ریبیرو(Nelson Ribeiro) اور کرسچن شوارس نیگر(Christian Schwarzenegger) کی مرتبہ کتاب *Media and the Dissemination of Fear* میں وباؤں اور جنگوں کے دوران میں ذرائع ابلاغ کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے[۳]۔ ۲۰۲۱ء میں ڈاکٹر سنجے گپتا(پ:۱۹۶۹ء) کی کتاب *World War-C* شائع ہوئی۔ سنجے گپتا کورونا وبا کو تیسری عالمی جنگ قرار دیتے ہوئے جنگ ہی کی طرح اس کی پیش بندی کو بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک وبا بھی جنگ کی مانند انسان کو معاشرتی، سیاسی اور انتظامی سطح پر اپنے رویوں پر نظر ثانی کی دعوت دیتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> یہ جنگ ہمارے حکومت کرنے، قیادت کرنے، باہمی معاملات، سفر، تجارت، تعلیم، عبادت اور کام کے طور طریقوں کے ساتھ ساتھ ہمارے سوچنے، باہمی میل جول، عالمی معاملات میں شرکت، بچوں کی دیکھ بھال اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کے طور طریقوں کو بدل دے گی[۴]۔

۲۰۲۰ء میں فرید زکریا(پ:۱۹۶۴ء) کی تصنیف *Ten Lessons for Post-Pandemic World* منظر عام پر آئی۔ مصنف اپنی تحقیق میں نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس وبا نے ہمیں اپنی اصلاح کا موقع فراہم کیا ہے لہٰذا مستقبل میں انسانیت پر مبنی رویوں کو فروغ دے کر ایسی کسی بھی ناگہانی کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

> زیادہ تر ادوار میں تاریخ ایک متعین راستے پر چلتی ہے اور تبدیلی مشکل ہوتی ہے۔ تاہم اس نئے کورونا وائرس نے معاشرے کو بالکل بدل دیا ہے اور لوگ حیران اور ششدر ہیں۔ چیزیں پہلے ہی بدل رہی ہیں اور ان حالات میں مزید تبدیلی کا راستہ پہلے سے کہیں آسان ہو جاتا ہے[۵]۔

مذکورہ بالا کتب کورونا وبا کے تناظر میں تحریر کی گئیں۔ ان میں مصنفین نے ایک طرف بحران کی صورت حال میں انفرادی اور اجتماعی رویوں کا مطالعہ کیا تو دوسری طرف وباؤں کے اس عہد میں انسان کا مستقبل بہتر بنانے کی تجاویز بھی دیں۔ اس دوران میں وبا سے متعلق ایک اہم کتاب وبا پر مبنی جدیدیت(*Viral Modernism*) کے عنوان سے شائع ہوئی۔ اس میں مصنفہ نے ۱۹۱۹ء کی انفلوئنزا وبا کے جدید ادب پر اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ جب اس عالمی وبا کا ظہور ہوا تو دنیا پہلی عالمی جنگ سے

نبرد آزما تھی۔ یہ المیہ عالمی جنگ جتنا ہی تباہ کُن تھا مگر ثقافتی حافظے میں یہ وہ جگہ اور اہمیت حاصل نہ کر سکا جو عالمی جنگ کو ملی۔ یہی امتیازی رویہ الزبتھ اوتکا(Elizabeth Outka) کی مذکورہ بالا تصنیف کا محرک بنا۔ الزبتھ اوتکا یونیورسٹی آف رچمنڈ(University of Richmond) میں انگریزی ادب کی پروفیسر ہیں۔ جدیدیت کے مطالعات میں اختصاص رکھتی ہیں۔ وبا پر مبنی جدیدیت بھی جدید ادب کا ایک نئے تناظر میں مطالعہ کرتی ہے۔

عالمی وبا کی تباہ کاریوں کو جدید ادب میں جنگ کے مقابلے میں کم جگہ کیوں ملی؟ اِس سوال کے جواب میں الزبتھ نے برطانوی، آئرش اور امریکی ادیبوں کی تخلیقات منتخب کی ہیں۔ سات ابواب پر مشتمل اِس تصنیف کا بابِ اوّل عالمی وبا کے تفصیلی تحقیقی تعارف پر مبنی ہے۔ اس میں مصنفہ نے اُن اسباب کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جنھوں نے عالمی وبا سے ہونے والی اموات اور اِس کے انسانی معاشرے پر اثرات کو معرضِ جہان میں نہیں آنے دیا۔ وہ سب سے پہلا سبب تو جنگ اور وبا کی نوعیت میں فرق کو قرار دیتی ہیں۔ وبا انسانی معاشرے پر تباہی مسلّط کرنے والا ایک ایسا عمل ہے جو غیر مرئی اور غیر واضح ہے۔ اِس کے مقابلے میں جنگ قابلِ مشاہدہ بھی ہے اور اِس کے خطرات کی پیش بینی بھی ہو سکتی ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ جنگ مسلّط کرنے والے کرداروں سے واقفیت ہوتی ہے۔ جنگ کی تباہی مخصوص جگہ یعنی سرحدوں اور انسانوں کے ایک طبقے (نوجوان جو جنگ میں حصّہ لیتے ہیں) کو بہ راہِ راست نشانہ بناتی ہے، دوسری طرف عالمی وبا کی تباہ کاریاں کسی مکان کی پابند ہیں نہ کسی خاص طبقے تک محدود۔ الزبتھ کہتی ہیں کہ عالمی جنگ کے دوران میں نازل ہونے والی وبا نے جہاں سرحدوں پر مورچہ زن فوجی جوانوں کو گولی کا نشانہ بننے سے قبل اپنے شکنجے میں جکڑ لیا، وہیں گھروں میں موجود خواتین، بچوں اور بُوڑھوں کو بھی بِلا تخصیص نشانہ بنایا۔ موت نے جنگی محاذ سے نکل کر شہروں میں ٹھکانہ بنالیا۔ گلیاں، محلے اور قصبے ویسے ہی لاشوں سے اٹ گئے جیسے کہ میدانِ جنگ۔ حافظے اور تاریخ میں وبا کے غیاب کی دوسری وجہ اُس مردانہ طاقت اور بہادری کو قرار دیا گیا ہے جو جنگ سے وابستہ ہے۔ جنگ میں جان گنوانا جرأت سے منسوب ہے۔ یہی مردانہ اور سُورمائی کردار جنگ کو ادب کے مرکز میں جگہ دیتا ہے۔ جب کہ وبا کی خصوصیات میں نسائیت کا عنصر غالب ہے اوراِس کے ساتھ کوئی سُورمائی کردار وابستہ نہیں ہے۔ چناں چہ جنگ کے مقابلے میں وبا کی یہ غیر مرئی اور نسائی حیثیت اِس کے غیاب کا سبب ہے مگر ”وبا کے ظاہری غیاب کے باوجود اِس کے نشانات ثقافت اور ادب میں ہر جگہ موجود ہیں[۶]۔“

الزبتھ نے اِنھی نشانات کو اِس مطالعے میں ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے جو کہیں خاموشی کے وقفوں میں، کہیں آسیب زدہ ماحول اور کہیں خالی جگہوں میں اپنی آسیبی صورت کے ساتھ موجود ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

> تجربے کے میدان—حسیات، فضا اور احساسات—بالخصوص وہ میدان ہیں جن کو لکھی ہوئی تواریخ میں نظر انداز کر دیا گیا، مگر یہ یادداشتوں، نظموں اور ناولوں میں دخیل رہے۔ جب کہ اس وقت کی قومی حکومتیں حالات کو جنگ

کے گرد ترتیب دینے میں مصروف رہیں۔ اور ادب نے درانتی بدست پنجر (Grim Reaper) کی خاموش اور پوشیدہ، نجی، نامختتم اور دہرائی جانے والی واردات کے لیے متبادل راستہ فراہم کیا[۷]۔

یہاں تاریخ اور ثقافت سے وبا کے غائب ہونے کی ایک اور وجہ قومی اور سیاسی سطح پر جنگ کا غلبہ ہے۔ حتیٰ کہ اگر کہیں اِس کا ادراک نظر آتا بھی ہے تو جنگ اور سیاست کے ضمنی بیانیے کے طور پر۔ جیسا کہ اُس وقت اِس عالمی وبا کو ہسپانوی انفلوئنزا قرار دے کر اِس کی تباہ کاریوں پر قومی تعصب کا پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ ایسا تاریخ میں پہلی بار نہیں ہوا۔ انسان اور یہ غیر مرئی مخلوق اپنے اپنے دائرۂ عمل میں ہمیشہ مصروف رہے ہیں۔ ماضی میں بھی جنگ اور وبا کے ایک ساتھ ہونے کی مثالیں موجود ہیں اور تاریخ میں اُن لمحات کو بھی جنگ کے حوالے سے ہی یاد رکھا گیا۔ انسانی معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کو جنگوں کا شاخسانہ قرار دیا گیا نہ کہ وبا کا۔ ولیم ایچ میک نیل (William H. Mcniell۔ ۱۹۱۷ء-۲۰۱۶ء) نے لاطینی امریکا میں ایزٹیک اور انکا کے ساتھ ہسپانویوں کی جنگ میں مقامی لوگوں کی پسپائی کی وجہ اُن پر وبا کے حملے کو قرار دیا ہے[۸]۔ مگر لاطینی امریکا میں ہسپانوی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے مؤرخین وبا کا تذکرہ ضمنی سطح پر تو شاید کہیں کرتے ہوں مگر کبھی اس کو فیصلہ کُن عنصر کے طور پر بیان نہیں کیا گیا۔

الزبتھ نے پہلے باب میں نہ صرف وبا کے خدوخال بیان کیے ہیں بلکہ وبا اور ادب کے متعلق سے خیال انگیز باتیں بھی لکھی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

> وبا ایک ایسی خُفیہ طاقت ہے جو برابر ہمارے ساتھ رہی ہے اور ہم پر دباؤ اور اثر ڈالتی رہی ہے۔ جب ہم اِس طاقت کے اثرات کو دیکھنا سیکھتے ہیں تو ایک نیا تعبیری منظر نامہ نمودار ہوتا ہے۔ بیماری اور جسم زیادہ مرکزی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں جب کہ مشہور متون حملہ آور وائرس کے انسانی جسم کے اندر اور سیاسی فضا پر ہونے والے ناقابلِ گرفت لہریے اثرات کو بیان کرتے ہیں۔ جنگ، خوف اور المیے کے مرکزی منبع سے ہٹ کر اجتماعی موت کی جانب منتقل ہو جاتی ہے۔ اِس کی یادگاریں اُس وقت اُس میں کھو جانے والوں کی طرف دھیان کو منتقل کرتی ہیں جب نظروں سے اوجھل انسان وبا سے مرتے ہیں[۹]۔

نیا تعبیری منظر نامہ یعنی دنیا کو وبا کے تناظر میں سمجھنے کا طریقہ وضع کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُن نشانات کو شناخت کیا جائے جو ادب میں وبا کی آسیبی خصوصیات کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہی نشانات بیماری اور جسم کو ادب میں مرکزی حیثیت عطا کرتے ہیں۔ ان نشانات کی شناخت ہی ہمیں اس ضرورت کا بھی احساس دِلاتی ہے کہ وبا کی حقیقی صورتوں سے آگاہی ہو۔ الزبتھ نے عالمی وبا کی حقیقی حالتوں کو منکشف کرنے کے لیے تاریخوں، اخباری خبروں، میڈیکل رپورٹوں اور آرکائیوز کو ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

انفلوئنزا وبا سے ۱۹۱۸ء میں پہلی بار انسانوں کا واسطہ نہیں پڑا تھا اور نہ ہی یہ آخری وبا تھی بلکہ سولھویں صدی سے انسانی

معاشرے میں انفلوئنزا کی مستقل موجودگی دیکھی جاسکتی ہے۔ کرسٹن ڈبلیو میکملن(Christian W. Mcmillen۔پ:۱۹۶۹ء) کے مطابق ۱۹۱۸ء میں سامنے آنے والی وبا انفلوئنزا کی بالکل نئی صورت تھی اور یہ سب سے خطرناک اور جان لیوا وائرس تھا۔ نوجوان آبادی زیادہ تر اِس کی زد میں تھی۔ گزشتہ واقعات کی نسبت ۱۹۱۸ء کے انفلوئنزا نے بیس گُنا زیادہ تناسب سے نوجوان آبادی کو نشانہ بنایا۔ اِس میں مبتلا مریض بہت جلد نمونیا کا شکار ہوجاتا اور شرح اموات بھی انفلوئنزا کے دیگر واقعات سے کہیں زیادہ تھی"[۱۰]۔ الزبتھ ۱۹۱۸ء کے انفلوئنزا کا ذکر کرتے ہوئے اِس کی دوسری لہر کو سب سے زیادہ خطرناک قرار دیتی ہیں۔ مصنفہ نے وبا کے حوالے سے لوگوں کے طرزِ عمل کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ کس طرح اس سے ہونے والی لاکھوں اموات کو نظرانداز کر دیا گیا، پہلے پہل تو قومی تعصب اور پھر جنگ کی ہولناکی نے لوگوں کو وبا کی ہلاکت خیزی کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جنگ کتنی بھی ہولناک کیوں نہ ہو اس میں ہمارا دشمن نہ صرف قابل مشاہدہ ہے بلکہ اس کی طاقت کا اندازہ لگا کر اس سے نپٹنے کے لیے مناسب انتظامات کیے جاسکتے ہیں۔ دشمن کی استعداد کا دائرہ وہی رہتا ہے جس کے ہر امکان کو جانچنے کی اہلیت ہمارا ذہن رکھتا ہے دوسری طرف ایک ایسا دشمن ہے جس کی استعداد اور طاقت کے بارے میں کسی بھی قسم کی درست پیش گوئی انسانی ذہن کے امکان سے بعید ہے۔ کیوں کہ ان دونوں میں کسی بھی طرح کی مماثلت قائم نہیں کی جاسکتی۔ ڈاکٹر سنجے گپتا نے انسان اور وائرس کا موازنہ کرتے ہوئے وائرس کے ارتقا کی رفتار کو دس لاکھ گنا زیادہ قرار دیا ہے"[۱۱]۔ اتنی تیز رفتاری سے حالتیں تبدیل کرنے والے وجود کے نقصان پہنچانے کی اہلیت اور نقصان کی نوعیت کو ماپنا ممکن نہیں رہتا۔ وائرس کی اس نوعی خصوصیت کے علاوہ وبا لوگوں کے غیر سنجیدہ رویے کی بدولت بھی پھیلتی جارہی تھی۔ الزبتھ کے مطابق بعد ازاں اِس کی درندگی اور دہشت کا سامنا کرتے ہوئے لوگ اِس کی طرف سنجیدہ رویہ اختیار کرنے لگے، کیوں کہ اِس دوران ہونے والی اموات جنگی اموات سے تعداد میں کہیں زیادہ ہوگئی تھیں حتیٰ کہ تدفین کے مسائل بھی پیدا ہونے لگے تھے۔

یہاں تک کہ بہت سارے لوگوں نے اعتراف کیا کہ فلو، جنگ سے کہیں زیادہ تباہ کن تھا۔ برطانیہ کے چیف میڈیکل آفیسر نیومین(George Newman۔۱۸۷۰ء-۱۹۴۸ء) نے فلو پر اپنی رپورٹ(۱۹۲۰ء) میں یہ لکھا ہے کہ یہ وبا بغیر کسی شک وشبہ کے ہمارے زمانے کی سب سے بڑی تاریخی لعنت ہے۔ ایک ایسی وبا جس نے لاکھوں مردوں اور عورتوں کی صحت کو متاثر کیا اور چند مہینوں میں پانچ سالہ یورپی جنگ سے زیادہ زندگیوں کو تباہ کر دیا"[۱۲]۔

میکملن اور خود الزبتھ کے مطابق ۱۹۱۸ء کا فلو اِس سے قبل ظاہر ہونے والے انفلوئنزا سے مختلف تھا۔ وائرس اکثر پھیپھڑوں میں داخل ہوکر نمونیا کی ہلاکت خیزی کو راہ دیتا یا پھیپھڑوں میں پانی بھر جاتا اور مریض کا رنگ اِس طرح نیلا ہوجاتا جیسا کہ زہریلی گیس کا حملہ ہوا ہو۔ اِس کے ساتھ ساتھ کم یا زیادہ مدّت کے لیے مریض کی ذہنی صحت بھی متاثر ہوتی۔ "تیز بخار نے ذہنی

انتشار، وہم اور بد حواسی کو جنم دیا۔۔۔ اور وائرس ذہنی خلفشار کے علاوہ عصبی نظام کے لیے زہریلا (نیوروٹوکسن) بھی ثابت ہوا جو اس قابل تھا کہ دماغی اور اعصابی نظام پر حملہ آور ہو سکے۔ مریض جو صحت یاب ہو جاتے وہ مسلسل ڈپریشن، ذہنی اُلجھن حتیٰ کہ شیزوفرینیا کی شکایت کرتے"[۱۳]۔ الزبتھ کے مطابق وبا کے ذہنی اثرات خود کشی کے رجحان کی صورت میں بھی ظاہر ہوئے۔ اِس سے بچ رہنے والوں میں اکثر پُراسرار روّیہ دیکھنے کو ملا۔ اِس سے صِرف نجی اور گھریلو زندگی متاثر نہیں ہو رہی تھی بلکہ عوامی مقامات پر اجتماعی زندگی کے معمولات بھی وبا کے شدید اثرات کی زد میں تھے۔ اموات کی بڑی تعداد نے انفرادی سطح پر موت کی آخری رسومات کی ادائیگی کو ناممکن بنا دیا تھا۔ گھروں سے مُردوں کو اکٹھا کرنے کے لیے گاڑیاں مسلسل گلیوں میں گشت کرتی رہتیں۔ لاشوں، تابُوتوں اور جنازوں کے مناظر مسلسل نظر کے سامنے رہنے لگے۔ الزبتھ ایک عینی شاہد کے حوالے سے لکھتی ہیں:

> وہ تیزی سے کافی تعداد میں تابوت نہیں بنا سکتے تھے اِس لیے لاشوں کو اکٹھا کر کے کہیں لے جایا جاتا اور ایک اجتماعی قبر میں دفن کر دیا جاتا"[۱۴]۔

الزبتھ نے اِس کتاب کو تین اجزا میں تقسیم کیا ہے:

(۱) وبا پر مبنی حقیقت پسندی (Pandemic Realism)

(۲) وبا پر مبنی جدیدیت (Pandemic Modernism)

(۳) وبا پر مبنی ثقافت (Pandemic Culture)

پہلے حصّے میں مصنفہ نے حقیقت پسند ادب پر وبا کے اثرات کا مشاہدہ کیا ہے اور اِس حصّے میں اُنھوں نے چار ناولوں کو مطالعے کا موضوع بنایا ہے۔

(i) ولا کیتھر (Villa Cather۔۱۸۷۳ء-۱۹۴۷ء) کا *One of Ours* (۱۹۲۲ء)،

(ii) کیتھرین این پورٹر (Catherine Anne Porter۔۱۸۹۰ء-۱۹۸۰ء) کا *Pale Horse Pale Rider* (۱۹۳۹ء)،

(iii) تھامس وولف (Thomas Wolfe۔۱۹۰۰ء-۱۹۳۸ء) کا *Look Homward Angel* (۱۹۲۹ء)،

(iv) ولیم میکس ویل (William Maxwell۔۱۹۰۸ء-۲۰۰۰ء) کا *They Came Like Swallows* (۱۹۳۷ء)۔

اِن چاروں ناولوں میں عالمی وبا اور اِس کے اثرات کو واضح اور براہِ راست بیان کیا گیا ہے۔ الزبتھ اِن ناولوں میں اِس براہِ راست عکاسی کی دو وجوہات بتاتی ہیں کہ ایک تو یہ ناول امریکا میں لکھے گئے کہ جہاں سے جنگ کا مرکز دور تھا۔ جنگ میں حصّہ لینے کے لیے فوجی دستے امریکا سے یورپ کا سفر اختیار کر رہے تھے۔ دوسری وجہ اِن ناولوں کا وبا سے زمانی فاصلہ ہے کہ اِنھیں کافی عرصے بعد معرضِ تحریر میں لایا گیا جس سے اِس واقعے کو صاف صاف دیکھنا ممکن ہو سکا۔ باب دوم میں ولا کیتھر کے ناول

One of Ours اور کیتھرین این پورٹر کے *Pale Horse Pale Rider* کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ دونوں ناولوں میں جنگ اور وبا کے نقطۂ اتصال پر موجود مسائل اور منظر نامے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ خاص طور پر جنگ کی عوامی سطح پر مقبولیت کی وجہ سے وبا کے اثرات کے بیان میں درپیش مشکلات کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔ اِن دونوں مصنفین نے وبا کو جنگ میں ایک مداخلت کار کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ الزبتھ کے خیال میں یہ مداخلت دو سطحوں پر واقع ہوئی ہے ایک تو جہاں جنگ میں مرنے والے نوجوان مرد سپاہی ہوتے تھے وہاں وبا نے اِس مردانہ تفاخر میں مداخلت کرتے ہوئے مرد اور عورت، بچے اور بُوڑھے کی تخصیص ختم کر دی؛ دوسری مداخلت خطرے کی مکانی صورتِ حال میں کی گئی۔ جہاں جنگ سرحدوں تک محدود تھی وہاں وبا اب شہروں، قصبوں اور گھروں تک میں سرایت کر گئی۔ الزبتھ کہتی ہیں کہ چار سالہ طویل دور میں جنگ کو مرکزی حیثیت حاصل رہی مگر وبا کی آمد سے اِس حیثیت میں بھی مداخلت ہوئی۔ کیتھر اور پورٹر دونوں نے اپنے ناولوں میں اُس لمحے کو گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے جب وبا نے مرکزی کردار کے طور پر جنگ کی جگہ لی۔

ولا کیتھر کے ناول *One of Ours* کی کہانی ایک ایسے نوجوان کسان کلاڈ وہیلر (Claude Wheeler) کے بارے میں ہے جو اپنی زندگی کو بے معنی اور بے مقصد گردانتا ہے۔ اِسی عدم اطمینان کی کیفیت میں جب اُسے جنگ کے لیے بُلایا جاتا ہے تو گویا کہ گوہرِ مقصود ہاتھ آ گیا۔ وہ جِس جہاز پر امریکا سے فرانس کے لیے روانہ ہوتا ہے راستے میں اُس پر وبا نازل ہو جاتی ہے۔ کئی فوجی اِس کی نذر ہو جاتے ہیں تاہم کلاڈ بچ رہنے والے فوجیوں کے ہمراہ فرانس پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، وہ جنگ لڑتا ہے اور سپاہی کی موت مرتا ہے۔ اِس ناول کی ہیئت اور مواد میں جنگ غالب بیانیے کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیتھر وبا کو ایک ضمنی واقعے کی حیثیت سے بیان کرتی ہے۔ وہ دانستہ ناول میں وبا کے زمانی عرصے کو جنگ کے شروع میں رکھتی ہے۔ اس میں وبا ختم ہو جاتی ہے مگر جنگ جاری رہتی ہے۔ الزبتھ نے ناول کے اس حصّے کو موضوعِ بحث بنایا ہے جِس میں جہاز پر وبا پُھوٹتی ہے۔ وہ ناول میں بیان کی گئی اِس صورتِ حال سے اُن عناصر کو دریافت کرتی ہیں جنھوں نے کچھ دیر کے لیے ہی سہی ناول میں وبا کی تباہ کاریوں کو نمایاں کیا ہے۔

اگرچہ الزبتھ اِس کا تعین کر چکی ہیں اور ناول کا بیانیہ بھی اِس کی تائید کرتا ہے کہ کیتھر کے لیے کہانی میں مرکزی حیثیت جنگ کی ہے اور اُس کی یہ ترجیح بجا طور پر ثقافتی ترجیح کے مماثل ہے کیوں کہ ۱۹۲۲ء میں لوگ ہر کہانی میں جنگ اور جنگ کے واقعات کی اُمید رکھتے تھے۔ کیتھر کی اپنی ترجیح بھی شاید یہی تھی۔ اِس کے ساتھ ہی کیتھر ثقافتی حافظے سے وبا کے غیاب کی وجہ کو اُجاگر کرتی بھی نظر آتی ہیں۔ اِس میں کرداروں کی سطح پر حقیقت سے انکار کا رویہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ ناول کا مرکزی کردار کلاڈ بہ ذاتِ خود حقیقت سے آنکھیں چُراتا ہے۔ وہ جِس رومانوی سفر کا تخیل رکھتا ہے حقیقت اُس کے برعکس ہے۔ اِسی طرح وبا کے دنوں میں جہاز پر موجود افسران پوکر کے کھیل میں گم ہو کر وبا کی بگڑتی ہوئی صورت حال سے نظریں چُرائے رکھتے ہیں۔ الزبتھ نے اِس رویے کو

ناول کے ایک اقتباس کے حوالے سے واضح کیا ہے:

> صحت مند، صاف خون والے اُنیس بیس سال کے نوجوان بیمار ہوئے اور مر گئے کیوں کہ وہ جرأت اور حوصلہ کھو چکے تھے کیوں کہ ان کے ارد گرد لوگ مر رہے تھے اور موت ہوا میں منڈلا رہی تھی[۵]۔

مطلب یہ کہ موت کی وجہ وبا نہیں بلکہ اُس قوتِ ارادی کی کمی ہے جس کی ایک بڑی خصوصیت جرأت اور حوصلہ ہے جو فرد کو جنگی صلاحیت کا حامل بناتی ہے۔ کلاڈ خود بھی وبا میں اپنے بچ نکلنے کو اپنی مضبوطی اور قوتِ ارادی پر محمول کرتا ہے۔

الزبتھ کہتی ہیں کہ کیتھر نے اپنے ناول میں جنگ کو ترجیح دی ہے۔ اُس نے کہانی میں وبا سے ہونے والی اموات کو غیر مردانہ اور بے معنی اموات کے طور پر نمایاں کیا ہے جب کہ جنگ میں مرنے کو مرکزی کردار کلاڈ با معنی اور با مقصد گردانتا ہے۔

کیتھرین این پورٹر کا *Pale Horse Pale Rider* نیم سوانحی ناول ہے جو کیتھرین کی اپنی زندگی کی بھی کچھ جھلکیاں پیش کرتا ہے۔ پورٹر خود بھی وبا کا شکار رہی بلکہ بیماری اتنی شدید صورت اختیار کر گئی کہ اُس کی موت کا اشتہار بھی تیار کر لیا گیا تھا۔ اِسی دوران ڈاکٹروں نے ایک تجرباتی دوا کا ٹیکہ لگا کر پورٹر کو بچا لیا۔ اِس ناول میں ایک نوجوان جوڑے کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ ناول کا آغاز کہانی کے مرکزی کردار مرانڈا (Miranda) کے خواب سے ہوتا ہے۔ خواب میں وہ گُھڑ سواری کے لیے اپنا گھوڑا جیسے ہی تیار کرتی ہے تو ایک پُراسرار اجنبی وہاں آ جاتا ہے۔ الزبتھ نے اِس پُراسرار اجنبی کو آر کی ٹائپل کردار درانتی بدست پنجر کے مماثل قرار دیا ہے جو موت اور تباہی کی علامت ہے۔ الزبتھ کے مطابق ناول کا آغاز ہی وبا کے اثرات کی اہمیت سے ہوتا ہے۔ مرانڈا ایک صحافی ہے اور اُس کا دوست آدم (Adam) جنگی سپاہی۔ مرانڈا جنگ کو ایک بے معنی سرگرمی گردانتی ہے اور اِس بات سے نالاں ہے کہ جنگ کے دِنوں میں حُبّ الوطنی کے ثبوت دینے پڑتے ہیں۔ اِنھی دنوں وہ فلو کا شکار ہو جاتی ہے۔ اُس کو ہسپتال منتقل ہونا پڑتا ہے وہاں بخار کی کیفیت میں مختلف طرح کے امیج اُس کی نظروں کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ وہیں وہ خواب دیکھتی ہے کہ کسی ان دیکھی جگہ سے آدم کو تیر لگتا ہے اور وہ گر کر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ دوسری بار بھی ایسا ہی ہوتا ہے لیکن تیسری بار مرانڈا آدم کے سامنے آ جاتی ہے اور تیر مرانڈا سے گزر کر آدم کو لگتا ہے اور وہ گر کر مر جاتا ہے۔ الزبتھ کے نزدیک یہ خواب دراصل آدم کی وبا سے موت کی پیش بینی ہے۔ آدم بیماری میں مرانڈا کی دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے وائرس کا شکار ہو جاتا ہے اور جب وہ چھٹی گزار کر محاذ پر واپس جاتا ہے تو وہیں سے مرانڈا کو اُس کی موت کی اطلاع ملتی ہے۔ مرانڈا صحت یاب ہو کر گھر تو آ جاتی ہے مگر وہ ایک بے نام اُداسی، مایوسی اور سب سے بڑھ کر احساس جرم کا شکار ہے۔ اس وقت صحت یاب ہونے کی خوشی نہیں بلکہ موت کی خواہش نے اس کا گھیراؤ کر رکھا ہے۔

الزبتھ نے وبا کو بغیر پلاٹ کی کہانی سے تشبیہ دی ہے۔ اُن کے مطابق پورٹر نے ناول میں بے ترتیب بیانیے، اُلجھے ہوئے

جملوں، ہمہ گیر اور ناقابلِ شناخت خطرے اور جسم کی ظاہری بے ترتیبی کے ذریعے وبا کی اِس خصوصیت کو گرفت میں لیا ہے۔ وبا کی ایک خصوصیت اُس کا ناقابلِ شناخت اور غیر مرئی ہونا ہے۔ مصنفہ کے نزدیک اِس ناول میں پورٹر نے ناقابل مشاہدہ وائرس کی موت کے آرکی ٹائپل کردار درانتی بدست پنجر میں تجسیم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ”زرد سوار تجسیم پر مبنی فنتاسی ہے۔ موت کی وبائی صورت کی بے معنویت اور بے مقصدیت کی تجسیم ہے[16]۔“ الزبتھ کے خیال میں ناول کے مرکزی کردار مرانڈا کے احساسِ جُرم کا تعلق جنگ سے نہیں بلکہ آدم کی موت سے ہے جو اُس کی وجہ سے بیماری کا شکار ہوا۔ مرانڈا جنگ کی نسبت دیگر مسائل کو زیادہ اہم سمجھتی ہے۔ الزبتھ کے مطابق پورٹر وبا کی مداخلت سے جنگ کی کہانی کو تہہ وبالا کر دیتی ہے۔ اِسی طرح ناول کے آخر میں جنگ بندی کی خوشیاں منائی جاتی ہیں تو دوسری طرف وبا ابھی موجود ہے۔ ہر جگہ اِس کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔ پورٹر نے وبا کو جنگ کے مقابلے میں ضمنی حیثیت نہیں دی بلکہ اِن دونوں کا متوازی سطح پر موجود ہونا دکھایا ہے۔ بلکہ کہیں کہیں تو پورٹر کے بیانیے میں وبا ترجیح حاصل کر لیتی ہے جیسا کہ آدم کا جنگ کی بجائے وبا میں مرنا۔ ناول کے آغاز میں خواب کے ذریعے جُھٹ پُٹے کی کیفیت پیدا کرنا جس کا شکار بعد ازاں مرانڈا بیماری کے دوران بھی ہوئی۔ پھر مرانڈا کا جنگ کو ایک بے معنی سرگرمی قرار دینا اور جنگ میں حصّہ نہ لینے کے احساسِ جُرم کی بجائے آدم کے حوالے سے احساسِ جُرم کا شکار ہونا۔ الزبتھ اِس باب میں زیرِ بحث ناولوں کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ دونوں ناولوں میں وبا کے مسائل کی ادب میں عکاسی یا اُن کے لسانی اظہار میں درپیش مشکلات کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ اِس کی بھی وضاحت موجود ہے کہ جنگ اور وبا حقیقی زندگی اور ادب دونوں میں کس طرح ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں۔ اِس سلسلے میں الزبتھ کا خیال ہے کہ پورٹر کا ناول کہیں زیادہ واضح انداز میں بیان کرتا ہے کہ دونوں ایسے ایک دوسرے سے کیسے مکالمہ کرتے ہیں۔ جب کہ کیتھر کا روّیہ پورٹر سے مختلف ہے۔ وہ نہ ہی وبا کے اثرات کا بیانیہ مرتب کرتی ہے اور نہ وائرس کے مخصوص خطرات کی نشاندہی کرتی ہے۔

کیتھر ثقافتی ترجیح کے مطابق جنگ کو مرکزی حیثیت دینے پر اصرار کرتی ہے جب کہ پورٹر اپنے فریم کی حدود کُچھ وسیع کرتے ہوئے نئے احساسِ جُرم اور بیانیہ مداخلتوں کو منکشف کرتی ہے جو وبا اور جنگ کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے[17]۔

اِن دونوں ناولوں میں عوامی زندگی اور گھر سے باہر کے مقامات پر وبا کے اثرات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اگلے باب میں جن دو ناولوں پر بحث کی گئی ہے اُن کا موضوع گھر اور گھریلو زندگی پر وبا کے اثرات ہیں۔ اِس میں تھامس وولف کے ناول *Look Homeward Angel* اور میکس ویل کے ناول *They Came Like Swallows* کا جائزہ لیا گیا ہے۔ الزبتھ کے مطابق اِن دونوں ناولوں میں وبا کے دوران خاندانی زندگی پر مرتب ہونے والے اثرات کو بیان کرتے ہوئے وبا کو جنگ کی نسبت مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ *Look Homeward Angel* میں یُوجینی گانٹ (Eugene Gant) کے خاندان کی کہانی بیان

ہوئی ہے۔ ناول تین حصوں پر مشتمل ہے۔ وبا کا بیانیہ ناول کے آخری حصّے میں ہے مگر الزبتھ کے مطابق وبا کی کیفیت پورے ناول میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ یہ وولف کا سوانحی ناول ہے جو اُس کی اپنی زندگی کے المیے پر مبنی ہے۔ ناول میں یُوجینی گانٹ کا کردار دراصل وولف کے کردار ہی کی نقل ہے۔ یُوجینی اپنی تعلیم کے سلسلے میں یونیورسٹی میں مقیم ہوتا ہے کہ اُسے بھائی کی بیماری کے بارے میں ماں کا خط موصول ہوتا ہے تو وہ فوراً اپنے گھر پہنچتا ہے جہاں اُس کے دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا پیارا بھائی بین (Ben) موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ اس کی موت یُوجینی اور اُس کے گھر والوں کے لیے جان لیوا صدمہ ہے۔ الزبتھ کے مطابق اِس ناول میں وبا کو جنگ کے مقابلے میں مرکزی حیثیت دی گئی ہے کہ اِس میں موت کی موجودگی محاذ جنگ کی بجائے گھروں اور قصبوں میں ہے۔ موت اور تباہی اِس ناول کا بنیادی استعارہ ہے جو وبا کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ الزبتھ نے وبا کے تناظر میں اِس ناول کا مطالعہ کرتے ہوئے کُچھ نکات کو اُجاگر کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ ناول کا آغاز افسانوی قصبے آلٹا مونٹ سے ہوتا ہے جو وولف کے اپنے قصبے ایش ول (Ashwille) سے ماخوذ ہے جہاں ایک زمانے میں تپ دق کے مریضوں کی بحالی کا مرکز تھا۔ یُوں آغاز ہی میں بیماری ناول میں داخل ہو جاتی ہے۔ بیماری کے ساتھ ساتھ موت کا احساس بھی پُورے ناول کی فضا پر طاری ہے۔

الزبتھ کے نزدیک وولف نے اِس میں ہمہ گیر تباہی، خوف اور حقیقت سے فرار جیسے عناصر کو اُجاگر کیا ہے۔ یہ تینوں عناصر وبا کے ساتھ منسلک ہیں۔ وبا کے تجربے کے دوران میں اِن کا بار بار اظہار ملتا ہے۔ ناول پر چھائی ہوئی بیماری اور موت کی فضا تباہی کی پیدا کردہ اُسی بوجھل اُداسی سے مملو ہے جس کا ذکر الزبتھ نے کیا ہے۔ اُن کے نزدیک ناول میں ایسا ماحول تخلیق کیا گیا ہے جو تباہی اور بے یقینی سے بھرا ہوا ہے اور حیاتِ نو کا تصور بھی اِسی تباہی سے فرار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ناول کے آخر میں یُوجینی اپنے بھائی بین کو دوبارہ زندہ ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ یُوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ زندگی اور موت کی دہلیز میں جکڑا گیا ہے۔ ”وولف اِس دہلیز کو زیادہ قابلِ مشاہدہ اور قابلِ اختیار بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ مردوں کو ایسے واپس لایا جائے کہ انھیں دیکھا اور محسوس کیا جا سکے[۱۸]“ وولف کا بار بار دہلیز کا استعمال اور باہم الجھتی زندگی اور موت کی سرحدیں مایوسی کے احساس کو گرفت میں لیتی ہیں۔ وہ مایوسی جو اجتماعی موت کے گھروں میں داخلے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے[۱۹]۔

وبا کی ناقابلِ برداشت حقیقت کا سامنا کرنے کی جرأت کا فقدان یہاں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ جب یُوجینی کی ماں بین کی شدید خراب حالت سے نظریں چُراتے ہوئے اِس کے ٹھیک ہونے کی اُمید رکھتی ہے اور یُوجینی سے بھی کہتی ہے کہ وہ اتنا بیمار نہیں جتنا محسوس کر رہا ہے۔

الزبتھ کے نزدیک اِس ناول میں بیماری کی حالت، اُس کی وجہ سے ہونے والی تکلیف اور ایک مریض کی جسمانی اور دماغی صورتِ حال کی عکاسی کی گئی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی بیان کی گئی ہے کہ کسی عزیز کے مرنے کے بعد لواحقین کا غم

اور کرب اُن کی زندگی کو موت جیسی صورتِ حال سے دوچار کر دیتا ہے۔ مذکورہ ناول میں الزبتھ نے یُوجینی کے حوالے سے جِس دہلیز کا تصوّر دیا ہے وہ دراصل دو باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے: ایک تو اجتماعی موت نے زندگی اور موت کی سرحدوں کو دھندلا دیا ہے دوسرے اِس سرحد کا انہدام شدید غم کی حالت میں ایک احساسِ طمانیت عطا کرتا ہے۔

میکملن کے مطابق ۱۹-۱۹۱۸ء کا انفلوئنزہ ۱۸۹۰-۱۸۸۹، ۱۹۵۷ء، ۱۹۶۸ء اور ۲۰۰۹ء میں ظاہر ہونے والی انفلوئنزا کی وبا سے زیادہ خطرناک تھا۔ اس کے علاوہ یہ ہر سال اکثر انسانوں کو ہونے والے فلو سے بھی مختلف تھا۔ یہ زیادہ مہلک ہونے کے ساتھ ساتھ پھیلتا بھی تیزی سے تھا یعنی ایک انسان سے دوسرے انسان میں کافی تیز رفتاری سے منتقل ہوتا تھا۔ ”بیماری اکثر تیزی سے نمونیا کی ہلاکت خیز صورت اختیار کر لیتی۔ شرح اموات بھی کسی دوسرے وبائی فلو سے بہت زیادہ تھی[۲۰]“۔ اس صورت حال میں جب خاندان میں سے کوئی بیمار ہوتا تو باقی لوگوں میں یہ احساس خود بہ خود جنم لیتا کہ کہیں یہ بیماری اُس کے قریبی لوگوں کو اُس کی وجہ سے تو نہیں لگی۔ میکس ویل نے اپنے ناول *They Came Like Swallows* میں اِسی احساس کا احاطہ کیا ہے۔ الزبتھ نے اِس کا تجزیہ کرتے ہوئے اِسے دو حوالوں سے دیکھا ہے۔ ایک تو احساسِ جُرم دوسرے والدین کی موت کے خاندانی زندگی پر اثرات۔ ان کے مطابق گزشتہ ناولوں کے برعکس میکس ویل نے اِس میں بیماری کے بیان کی بجائے اِس کے اثرات پر بات کی ہے۔

میکس ویل ایک خاندان کی کہانی بیان کرتا ہے۔ ایسا خاندان جِس کے افراد جنگ میں دلچسپی لیتے ہیں۔ جن کی سرگرمیاں بھی جنگ کے گرد ترتیب پاتی ہیں۔ جہاں ماں ریڈ کراس کے لیے پٹیاں کاٹتی ہے اور دونوں بچے بنی (Bunny) اور رابرٹ (Robert) اپنا اپنا ماڈل گاؤں تعمیر کرتے اور اپنی اپنی کھلونا فوجوں کے ساتھ ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے ہیں۔ پھر اچانک جنگ بندی ہو جاتی ہے جو بچوں کے لیے مایوسی کا باعث بنتی ہے۔ اِسی دوران بنی فلو کا شکار ہو جاتا ہے۔ یُوں جنگ کے باعث قائم ہونے والی رابرٹ اور بنی کی فنتاسی میں وبا شگاف ڈال دیتی ہے۔ الزبتھ کہتی ہیں کہ:

> میکس ویل بیان کرتا ہے کہ کیسے جنگ کا پُر شور، قابلِ مشاہدہ اور عوامی دھوم دھڑکا (خاص طور پر اِس کے خاتمے پر) کسی حد تک دلکش مگر تکلیف دہ طریقے سے وسیع بے یقینی اور خاموش خطرے جسے وائرس نے گھروں میں گھس کر جنم دیا ہے، کے مقابل آتا ہے[۲۱]۔

جب وبا گھر میں داخل ہوتی ہے تو اِس کی وہی علامات ظاہر ہوتی ہیں جن کا ذکر گزشتہ ابواب میں ہوا ہے۔ دونوں بھائی ذہنی انتشار، بخار اور بُرے خوابوں کا سامنا کرتے ہیں۔ الزبتھ کے مطابق اِس ناول میں اصل بیماری کا بیان تو اتنا دلکش نہیں ہے جتنا کہ وبائی احساسِ جُرم کا متحرک منظر۔ اِس میں ناول نگار نے احساسِ جُرم اور ذاتی ذمہ داری کا احساس مسلسل اُجاگر کیا ہے۔ رابرٹ ماں کی موت کا الزام خود کو دیتا ہے جب بنی بیماری کی حالت میں ہسپتال میں داخل تھا تو ڈاکٹروں نے حاملہ ہونے کی وجہ سے بنی کی ماں

کو اُس کے پاس بیٹھنے سے منع کیا تھا مگر راہداری میں پرندے کی جھلک پا کر رابرٹ بھائی کے پاس سے اُٹھ کر پرندے کے پیچھے چلا جاتا ہے تو ماں بنی کو اکیلا پا کر اُس کے پاس آ بیٹھتی ہے۔ اب رابرٹ اِس احساسِ جُرم میں مبتلا ہے کہ ماں کو وائرس منتقل کرنے میں اُس کا ہاتھ ہے۔ دوسری طرف رابرٹ کا باپ خود کو ذمہ دار ٹھہرا رہا ہے کہ وہ اگر بیوی کو دوسری ٹرین سے لے جاتا تو شاید وہ بچ جاتی۔ اب وہ بیوی کی موت کے بعد برفیلی راتوں میں باہر گھومتا رہتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے جیسے تمام گھر بکھر چُکا ہے۔ وہ مختلف واہموں کا شکار رہنے لگتا ہے۔ میکس ویل نے بچوں کے لیے ماں کی دائمی مفارقت کے کرب کو اُجاگر کرنے کے لیے دو مواقع پر حیاتِ نو کا تصور استعمال کیا ہے۔ ایک تو ہسپتال میں ماں کے مرنے کی رات رابرٹ بُرا خواب دیکھتا ہے تو اُسے محسوس ہوتا ہے کہ ماں اُسے آ کر تسلی دے رہی ہے۔ اِسی طرح رابرٹ کا باپ جب تدفین کی رسومات میں جنازے کے پھولوں سے کھیلتے بنی کو ڈانٹنے کے لیے آگے بڑھتا ہے تو اچانک اپنے بازو پر دباؤ محسوس کرتا ہے۔ اسے لگتا ہے کہ ایسا بنی کی ماں نے کیا ہے۔

الزبتھ نے کتاب کے دوسرے حصّے کو وبا پر مبنی جدیدیت کا عنوان دیا ہے۔ اِس میں تین جدید مصنفین کی تخلیقات پر وبا کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ بابِ چہارم میں جدید مصنفہ ورجینیا وُلف (Virginia Woolf۔۱۸۸۲ء-۱۹۴۱ء) کے ناول مسز ڈالووے (*Mrs. Dalloway*) کا تجزیہ پیش کیا ہے جو ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ الزبتھ نے ناول کو وبا کے تناظر میں جانچنے کے لیے جو موٌقف اختیار کیا ہے اُس کو وہ دو حوالوں سے تقویت دے رہی ہیں۔ ایک تو ورجینیا وُلف کی زندگی اُس کے خیالات اور تصوّرات، دوسرے وُلف کا غیر افسانوی مضمون "On being Ill" جس میں بیماری اور ادب کے تعلق سے وُلف نے اہم سوال اُٹھایا ہے کہ بیماری کے انسان پر اتنے شدید اثرات ہونے کے باوجود اِس کو ادب کا موضوع کیوں نہ بنایا گیا۔ الزبتھ نے مسز ڈالووے کے مطالعے کے لیے تناظر تشکیل دیتے ہوئے سب سے پہلے وُلف کی ڈائری کا مطالعہ پیش کیا ہے۔ اس میں وہ بہ ظاہر وبا اور وبا کی خبروں کے حوالے سے غیر سنجیدہ دِکھائی دیتی ہے حتیٰ کہ اپنے ہمسائے میں نمودار ہونے والی وبا کو بھی اہمیت نہیں دیتی۔ الزبتھ وُلف کے اِس طرزِ عمل کو حقیقت سے فرار کا رویہ قرار دیتی ہیں کیوں کہ ان کے مطابق ورجینیا کے پاس وبا سے خوفزدہ ہونے کی یہی وجہ کافی تھی کہ اپنی زندگی میں وہ خود بار بار انفلوئنزا کا شکار ہوتی رہی جس نے نہ صِرف اُس کی جسمانی صحت بلکہ ذہنی صحت کو بھی متاثر کیا تھا۔ جب وہ ۱۹۱۹ء میں انفلوئنزا کا شکار ہوئی تو اس سے اُس کے اعصاب متاثر ہوئے۔ اِس کے علاوہ سر درد، دماغی صحت اور دانتوں کی خرابی جیسے مسائل وُلف کے لیے مستقل روگ بن چکے تھے۔ وہ اپنی بہن کو لکھتی ہے کہ اُس کا ڈاکٹر نروس سسٹم اور انفلوئنزا کے تعلق پر اُس کو ہر روز لیکچر دیتا ہے [۲۲]۔ اپنے مضمون "On being Ill" میں وہ بہ راہِ راست سوال کرتی ہیں کہ:

> بیماری کے اثرات پر ادب کیوں اتنا خاموش رہا ہے وہ لکھتی ہے "کسی نے سوچا ہو گا کہ ناول انفلوئنزا کے لیے وقف ہوں گے [۲۳]۔

الزبتھ اِسی سوال سے اِس نتیجے تک پہنچتی ہیں کہ ورجینیا وُلف کے ناول مسز ڈالووے کا موضوع انفلوئنزا ہے۔ اس نے مضمون میں بیماری کا ذکر تو بار بار کیا ہے مگر خاص طور پر وبائی انفلوئنزا کا ذکر نہیں کیا بلکہ اِس بارے میں کئی جگہوں پر سرسری سا روّیہ ہے۔ اس کتاب کی مصنفہ کے مطابق وُلف نے بیماری کو پیش کرنے کے لیے جنگ کی امیجری استعمال کی ہے جیسے کہ روشنیوں کا بجھ جانا، درختوں کا جڑوں سے اُکھڑنا، زہریلی بیمار بنجر زمین۔ اِس کے علاوہ بیماری کو بیان کرنے کے لیے اِس مضمون میں وہی الہامی لہجہ اختیار کیا گیا ہے جو جنگِ عظیم سے منسوب ہے۔

وُلف کے اِس مضمون کے حوالے سے الزبتھ کہتی ہیں کہ بیماری دو جہات رکھتی ہے: ایک تو یہ عمومی تجربات کا مجموعہ ہے اِسی لیے کسی مخصوص بیماری کو بیان کرنے کے لیے آفاقی علامتیں بھی تشکیل پاتی ہیں۔ دوسری جہت انفرادی ہے کہ بیماری کسی مخصوص جسم کے اندر انفرادی تجربے کی حامل ہوتی ہے۔ مصنفہ کے خیال میں وُلف نے مضمون میں ''ہم'' اور ''ہمیں'' کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے اِس کی عمومی جہت کو اُجاگر کیا ہے یعنی انفلوئنزا کا سرسری ذکر ہونے کے باوجود مضمون کو انفلوئنزا وبا کے ضمن میں پڑھا جا سکتا ہے۔ وُلف اِس مضمون میں بیماری اور جنگ میں مماثلتیں دریافت کرتے ہوئے واضح کرتی ہیں کہ بیمار جسم کی جدّوجہد بھی جنگِ عظیم جیسی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ بیماری میں آدمی کسی گروہ، مُلک یا قوم کے خلاف نہیں لڑتا بلکہ وہ انفرادی سطح پر تنہائی میں کسی غیر مرئی دشمن کے خلاف جنگ کرتا ہے۔ وُلف کے خیال میں بیماری کو اہمیت دینے کے لیے ہمیں نئے پیراڈائم کی ضرورت ہے۔ دُنیا کو جسم کے ذریعے دیکھنے اور اِس بات کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہے کہ دماغ کے ادراکات جسم سے ہم آہنگ ہیں۔ وہ تسلیم کرتی ہیں کہ کُچھ عناصر اِس تناظر کی پیش کش کو کافی مُشکل بنا دیتے ہیں۔ جیسے جسم کی ناقابلِ بیان نوعیت، اِس کی بے طاقتی، اِس کی تنہائی اور اِس بات کا علم کہ اِس جنگ میں صرف تنہا سپاہی غیر مرئی دُشمن کے توسیع پسندانہ عزائم کے خلاف کھڑا ہے۔ اِس سب کے ساتھ بیماری اور جسم کا بیانیہ تخلیق کرنا آسان نہیں۔ اس میں زبان و بیان کی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ الزبتھ کہتی ہیں:

> وبا اپنے آپ کو کسی ترتیب میں نہیں آنے دیتی؛ موت محبت یا سُور مائیت کی کہانی میں نہیں سماتی اور المیہ بے معنی دِکھائی دیتا ہے۔ مزید انفرادی سطح پر بیماری کا تجربہ غیر منظم ہو سکتا ہے جسے وُلف بلاشبہ مضمون کی پریشان خیالی اور ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف چھلانگ کو آزاد تلازمے میں بیان کرتی ہے[۲۴]۔

آزاد تلازمے کی اِسی تکنیک کو وُلف نے اپنے ناول مسز ڈالووے میں استعمال کیا ہے۔ یہ ناول دو مختصر کہانیوں پر مبنی ہے۔ دونوں متوازی چلتی ہیں اور ناول کا دورانیہ ایک دن ہے اور اِس میں شعور کی رو کے ذریعے بیانیہ تخلیق کیا گیا ہے۔ الزبتھ نے اِس ناول کے مطالعے کے لیے دو فریم استعمال کیے ہیں۔ وہ ناول کو پہلے فریم میں رکھتے ہوئے بیان کرتی ہیں کہ سیپٹی

مس(Septimus) جنگ سے قبل ایک نوجوان شاعر تھا، جنگ میں حصّہ لینے کے بعد وہ زندہ تو لوٹ آتا ہے مگر کئی نفسیاتی مسائل کا شکار ہو کر۔ الزبتھ کے مطابق وُلف سیپٹی مس کی صورت میں جنگ کے پاگل پن اور خوف کو شہر میں لے آتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے وبا جنگ سے ہونے والی اموات اور خوف کے وجود کی شہروں اور قصبوں میں موجودگی کو ممکن بناتی ہے۔ سیپٹی مس کو ناول کے مرکز میں بھی رکھا گیا ہے اور ایک تنہا، پسماندہ، بے مرکز وجود کے طور پر بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ دوسری طرف مسز کلاریسا ڈالووے(Mrs.Clarissa Dalloway) ہے جو کہ سیپٹی مس کے برعکس وبا کے جان لیوا حملے سے بہ مُشکل زندہ بچی ہے۔ ناول کے آغاز میں ہی کلاریسا گلی کی نکڑ پر بہت بیمار اور کمزور نظر آرہی ہے۔ ناول نگار نے کلاریسا کی ایسی تصویر دِکھائی ہے جو وبا سے زندہ بچی ہو مگر یہ تصویر وبا پُھوٹنے کے فوراً بعد کی نہیں ہے بلکہ یہ اُن اثرات کو ظاہر کرتی ہے جو جسم میں طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی موجود رہتے ہیں۔ الزبتھ کے مطابق ''کلاریسا کا کردار وبا سے زندہ بچ جانے والے کے طور پر زیادہ قریبی توجہ میں آجاتا ہے جب اُس کو پہلے حصّے میں دریافت کی گئی واضح تصویروں کی روشنی میں دکھایا جائے[۲۵]''۔ وُلف نے کلاریسا کو بھی حیات و موت کے درمیان کی حالت میں دِکھایا ہے اُس نے بیمار کمرے(Sickroom) کو بیمار جسم کے متوازی رکھا ہے کہ دونوں ہی ایک دوسرے کی حالت کی وضاحت کرتے ہیں۔ الزبتھ کے مطابق بیمار کمرہ اور جسم دونوں زندگی اور موت کے درمیان ہیں۔ ''اُس کی بیماری اُس سے نہ صرف اس کا عمل اور کہانی چھینتی ہوئی دِکھائی دیتی ہے بلکہ وہ اُس سے اُس کا جسم بھی چھین لیتی ہے[۲۶]''۔ الزبتھ کہتی ہیں کہ انفلوئنزا کے جسم پر اثرات کلاریسا کے دماغ تک وسعت اختیار کر جاتے ہیں:

> وُلف نفرت، خوف اور عدم تحفظ کے تجربات کو بیان کرتی ہے جو یقیناً کلاریسا کو بہت سے ذرائع سے ہو سکتے ہیں لیکن اُس کی زبان انفلوئنزا سے وابستہ بے چینی اور دہشت کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتی ہے۔۔۔[۲۷]۔

الزبتھ کے نزدیک انفلوئنزا ناول کے بیانیے میں وقفوں اور خاموشی میں خود کو ظاہر کرتا ہے۔ وُلف وائرس کی غیر مرئی موجودگی کو بیان کرنے کے لیے استعارے تخلیق کرتی ہے۔ یہ استعارے غیر مرئی خطرے کا مرئی تصورّ پیش کر کے اِس کی دہشت کو کم کرتے ہیں۔

الزبتھ ناول کو دوسرے فریم میں رکھ کر یہ دیکھنے کی کوشش کرتی ہیں کہ دو المیے ایک ہی فرد میں اِکٹھے کیسے ہو جاتے ہیں اور وہ دونوں میں سے کسی سے بھی بچ نہیں پاتا۔ انھوں نے یہاں موٴقف اختیار کیا ہے کہ اگرچہ سیپٹی مس جنگ کے اثرات کی عکاسی کر رہا ہے مگر اُس کی حالت کے حوالے سے اُس وقت کے حالات کے تناظر میں واضح حد بندی ممکن نہیں ہے۔ اِن دونوں واقعات کے جسمانی اور نفسیاتی اثرات لازمی طور پر الگ الگ افراد پر مرتب نہیں ہوتے۔ ہم نے گزشتہ ناولوں میں بھی دیکھا ہے کہ جنگ اور وبا کی طرح اِن کے اثرات بھی ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں۔ الزبتھ اوتکا نے سیپٹی مس کے کردار کو وبا کے حوالے

سے دیکھنے سے قبل وبا اور دماغی صحت کے درمیان تعلق دریافت کرتے ہوئے اپنے لیے اور قاری کے لیے ایک تناظر تشکیل دیا ہے۔ وہ مختلف علمی تحقیقات اور اُس دور کے اخبارات سے استفادہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرتی ہیں کہ وہم، فریبِ نظر، ہذیان، شیزوفرینیا، ذہنی دباؤ، اختلالِ ذہنی اور خودکشی کے رجحان جیسے نفسیاتی مسائل کی غالب وجہ اُس دور کی وبا کے مصائب اور اثرات سے مملو مجموعی فضا بھی تھی۔ اِس کتاب کی مصنفہ کا کہنا ہے کہ "انفلوئنزا کے نفسیاتی اثرات اُن لوگوں پر ہوتے ہیں جو کہ پہلے ہی جنگ کے پیدا کردہ ذہنی صحت کے مسائل کا شکار ہوں اور اِسی طرح فلو کے جسمانی اثرات اُن لوگوں پر جو لڑائی کی وجہ سے جسمانی طور پر کمزور ہو چکے ہوں اور جنگ کے دنوں کے قحط کا شکار رہے ہوں[۲۸]"۔ الزبتھ نے اِسی تناظر میں سیپٹی مس کے کردار کو دیکھا ہے کہ وہ نہ صِرف جنگ کی تباہ کاریوں کا شکار تھا بلکہ اُس کی ذہنی حالت وبا کی ہلاکت خیزی کی بھی عکاسی کرتی ہے۔

پانچویں باب میں الزبتھ نے ٹی ایس ایلیٹ (T.S Eliot۔ ۱۸۸۸ء-۱۹۶۵ء) کی نظم دی ویسٹ لینڈ (The Waste Land) کا جائزہ لیا ہے۔ مصنفہ نے نظم کو ایلیٹ کے خطوط اور اس کی بیماری کے سیاق میں رکھ کر دیکھا ہے۔ ایلیٹ خود بھی وبا کا شکار ہوا بلکہ اُسے ۱۹۲۱ء میں نروس بریک ڈاؤن کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ایلیٹ نے دوسری لہر کے دوران کچھ عزیزوں کی موت کا صدمہ بھی سہا۔ اُس کی بیوی بھی کافی شدید بیمار رہی۔ الزبتھ کہتی ہیں کہ ایلیٹ نے اپنے نجی خطوط میں انفلوئنزا اور بیماری سے مملو جِس فضا کی تخلیق کی ہے وہ بڑے پیمانے پر وبا سے متاثرہ ماحول کا جزو ہے۔ تھکاوٹ، ٹوٹ پھوٹ اور کمزوری میں مبتلا اجسام ہی ویسٹ لینڈ کے عناصر ہیں۔ اگرچہ ایلیٹ نے نظم میں براہِ راست وبا کا ذکر کیا ہے اور نہ جنگ کا اور نہ ہی وہ اِس بات کا قائل تھا کہ کسی واقعے کو موضوع بنا کر نظم لکھی جائے بلکہ وہ تو ذاتی تجربے کو آفاقی تجربے کی شکل دینے کی بات کرتا تھا۔ اِس کے باوجود نقادوں نے اِس نظم کی قرات آغاز سے ہی جنگ کے تناظر میں کی ہے کیونکہ بیسویں صدی کے نصف اوّل کا تنقیدی ذہن، ذہنی انتشار، موت، بے ترتیبی اور واہموں کی تفہیم جنگ کے تناظر میں کرنے کا عادی تھا۔ تاہم الزبتھ نے ایلیٹ کی نظم میں استعمال کیے گئے استعاروں، امیجری اور اساطیری علامتوں کو وبا کے حوالے سے دیکھا ہے۔ اگر مجموعی سطح پر بات کی جائے تو نظم کی نمایاں خصوصیت اِس کی متنوّع آوازیں ہیں اور اِس کے ساتھ نظم میں مسلسل موضوع کا بدلتے رہنا بھی اہم ہے۔ الزبتھ کے مطابق یہ خصوصیات اختلالِ ذہنی کی منطق کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ وہ نظم کے ایک جزو بہ عنوان "Fire Sermon" میں استعمال کی گئی غیر منظم زبان اور ٹوٹے پھوٹے جملوں کا حوالہ دیتی ہیں کہ یہ بِالکُل کسی واہماتی کیفیت میں مبتلا فرد کی سوچ کو ظاہر کرتے ہیں۔ الزبتھ کا کہنا ہے کہ نظم کی زبان بخار زدہ ہے۔ متکلم کا منتشر ذہن ایک سے دوسرے خیال کی طرف قلابازیاں کھاتا رہتا ہے۔ ساتھ ہی شدید پیاس کا احساس اس کو بار بار اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔ یہ ذہنی انتشار دراصل جدیدیت پسند انتشار کی علامت ہے۔ یہ پیاس اور یہ ٹوٹ پھوٹ دیگر نقادوں کی نظر میں بڑے پیمانے پر روحانی پیاس بھی ہے اور جنگ میں گھری انتشار زدہ مغربی ثقافت کی طرف بھی اشارہ کرتی

ہے۔ الزبتھ نے مختلف نقطۂ نظر اختیار کرتے ہوئے لسانی اظہار کو حقیقی پیاس کے ساتھ منسوب کیا ہے جو بخار کی حالت میں محسوس ہوتی ہے۔

نظم کے چوتھے حصے ”Death by Water“ میں ایک ملاح فلیبس (Phlebas) کی لاش نظر آتی ہے جس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک زمانے میں نوجوان اور خوبصورت تھا۔ الزبتھ کہتی ہیں کہ یہ ملاح عمر کے اُسی حصے میں ہے جس میں وبا کا شکار ہونے والے مریض ہوتے ہیں۔ ملاح کی علامت پانی میں ڈوب کر، زہریلی گیس سے یا خندقوں میں غرق ہونے والوں کی یاد دلاتی ہے۔

الزبتھ نے نظم میں استعمال ہونے والی امیجری کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ متعدی امراض پر مبنی خطرے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ نظم کے ایک جزو ”The Burial of the Dead“ میں شہر بھورے رنگ کی دھند میں گرفتار ہے جس میں زندہ لاشیں چلتی پھرتی ہیں۔ اسی طرح ”A Game of Chess“ میں ایک عجیب مصنوعی بو کی حامل نم ہوا ہے۔ ایلیٹ آندھی، دھند اور ہوا سے ایک بیمار فضا تعمیر کرتا ہے۔ جہاں الزبتھ نے *The Waste Land* میں اُن عناصر کی نشان دہی کی ہے جو وبا کے شدید مرحلے کی تشکیل کرتے ہیں وہیں اِس کے نتائج اور اثرات کو بھی اُجاگر کیا ہے۔ مصنفہ نے اِن اثرات کا جائزہ موت، موت نما زندگی اور خاموشی کے موضوعات کے تحت لیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ یہ نظم مُردہ اجسام سے بھرپور ہے جیسا کہ نظم کے آغاز میں ظاہر ہونے والی لاشیں، ڈوبنے والا ملاح فلیبس، پڑچھتیوں پر بکھری ہوئی ہڈیاں، گلیاں جہاں مُردہ لوگوں کی ہڈیاں گُم ہو جاتی ہیں اور ہڈیوں کی کھڑکھڑاہٹ۔ ایلیٹ نے نظم میں مُردہ آدمیوں کے متوازی چُوہوں کا ذکر کیا ہے۔ جیسے ”A Game of Chess“ کے دو مصرعے ہیں: ”ہم چُوہوں کی گلی میں ہیں / جہاں مُردہ آدمیوں کی ہڈیاں گُم ہو جاتی ہیں[۲۹]۔“ اِسی طرح نظم کے ایک اور جزو ”The Fire Sermon“ میں بھی ذکر ملتا ہے۔ الزبتھ چُوہوں اور وبا کے قدیم تعلق کی وجہ سے نظم میں موجود موت کا سبب وبا کو قرار دیتی ہیں۔ نظم کا ایک ٹکڑا ہے ”سفید اجسام نشیبی گیلی زمین پر ننگے پڑے ہیں / اور ہڈیاں پڑچھتیوں پر ڈال دی گئی ہیں / صرف چُوہوں کے پاؤں سے کھڑکھڑاتی ہیں[۳۰]۔“ پڑچھتیوں پر ہڈیوں کی موجودگی موت کے مقام کی منتقلی کی طرف اشارہ ہے۔ الزبتھ نظم کے اِن مصرعوں کا موضوع کچھ دیگر مسائل کو قرار دیتی ہیں: وبا کی وجہ سے تدفین کے مسائل پیدا ہوئے۔ قبرستانوں میں جگہ کم پڑ گئی۔ گورکن تھک گئے تو لوگوں نے جیسے تیسے اپنے گھروں کے باغات میں لاشوں کو دفن کیا۔ الزبتھ نے ایلیٹ کی نظم میں حیاتِ نو کے مناظر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ ایلیٹ اس میں سیبل (Syble) کی اساطیری علامت استعمال کرتا ہے۔ اسطور کے مطابق جب سیبل نے اپولو دیوتا سے دائمی زندگی مانگی تو جوانی مانگنا بھول گئی اب وہ ایک مختصر ڈھانچے کی صُورت میں ایک مرتبان میں بند ہے اور زندہ ہے۔ مصنفہ کے مطابق یہ زندہ لاش کی علامت ہے۔

زندہ لاش کی ایک صورت نظم کے آغاز میں ہے۔ پھر جملوں کی ہکلاہٹ میں تکلیف اُٹھانے والے افراد کی لڑکھڑاتی آوازوں میں یہ کیفیت موجود ہے۔ ایلیٹ کی اِس نظم میں خاموشی کے وقفے اور ابلاغ کی مشکلات ہیں۔ الزبتھ کے مطابق شاعر اِس خاموشی سے وبا کے ثقافتی مقام کو گرفت میں لیتا ہے۔ کتاب کا چھٹا باب ڈبلیو بی ییٹس کی نظم ”The Second Coming“ کے جائزے پر مبنی ہے۔ الزبتھ اوتکا نے اِس کتاب میں جن تحریروں کا تجزیہ کیا ہے اُن میں یہ واحد ہے جو عین وبا کے دوران مکمل ہوئی اور براہِ راست قریبی مشاہدے پر اُس کی بنیاد رکھی گئی۔ ییٹس نے نظم میں تشدّد سے بھرپُور تباہی کے اُس لمحے کو گرفت میں لیا ہے جب اِس تباہی کا عمل جاری تھا۔ ییٹس کے سامنے غیر انسانی تشدّد کو بیان کرنے کے کوئی پیرامیٹرز نہیں تھے۔ نقادوں کے نزدیک تین تاریخی واقعات ییٹس کے کام پر اثر انداز ہوئے۔ عالمی جنگ، روسی انقلاب اور آئرلینڈ میں سیاسی تشدّد۔ تاہم الزبتھ جب زیرِ بحث نظم کا جائزہ وبا کے تناظر میں لیتی ہیں تو انھیں نظم میں موجود دو وجود تشدّد کی زد پر نظر آتے ہیں ایک جسم اور دوسرا معاشرہ۔ وہ لکھتی ہیں:

> جب ہم بیماری کی بنیاد پر ہونے والے تشدّد کو بیان کرتے ہیں تو ہم نظم کو وبا کے تنقیدی سیاق میں رکھتے ہیں۔ لیکن ہم کچھ اور بھی کرتے ہیں۔ تشدّد مہلک بیماری کے مرکز میں قابلِ مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ وبا ایک تباہ کُن قوت کے طور پر جیسا کہ وہ تھی سامنے آتی ہے اور ہمارا ییٹس سے مخصوص تشدّد کا مطالعہ تبدیل ہو جاتا ہے کیونکہ وائرس کی اور انسان کی مسلّط کی گئی تباہی ایک دوسرے کے لیے سبق آموز معلومات افزا رُکاوٹ کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں[۳۱]۔

نظم میں براہِ راست اشارہ نہیں ہے کہ یہ نظم وبا کے اثرات کے حوالے سے ہے یا جنگ کے یا کسی اور واقعے کے متعلق۔ الزبتھ نے اِس کا تعین کرنے کے لیے اِسی نظم کے پہلے نسخے (version) کے مقابل اِس کو رکھا جِس کو آخری شکل (موجودہ) دیتے ہوئے شاعر نے کئی جگہ سے کاٹ چھانٹ کی تھی۔ یُوں الزبتھ شاعر کی متبادل سوچ کے سیاق میں اِس کا جائزہ لیتے ہوئے بتاتی ہیں کہ موجودہ شکل میں آنے سے قبل نظم میں انقلاب سے وابستہ ان لوگوں کے نام تھے جن کو قتل کر دیا گیا۔ سیاسی تشدّد کا نشانہ بننے والوں، ممکنہ مجرموں، ظالم حکمرانوں اور قاتلوں کا ذکر بھی شامل ہے۔ نظم میں موجود یہ تمام عناصر خطرے کو مرئی اور قابل مشاہدہ بناتے تھے۔ جب کہ آخری ڈرافٹ سے یہ سب اشخاص، شہر اور مقامات نکال دیے گئے ہیں۔ گویا نظر ثانی کے وقت ییٹس نے شعوری طور پر نظم میں ایسا ابہام رکھا تھا کہ اِس میں تشدّد کی مبہم خصوصیات کی عکاسی بھی ہوتی رہے اور تباہی لانے والی طاقت کے غیر واضح ہونے کی بھی۔ الزبتھ نے نظم میں دو طرح کے تشدّد کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ ایک جسمانی تشدد اور دوسرا معاشرتی تشدد۔

نظم میں جسمانی تشدّد کی جہت کو منکشف کرنے کے لیے مصنفہ نے اِسے ییٹس کی مزید تین نظموں کے مقابل رکھا ہے:

(۱) ایسٹر ۱۹۱۶ (Easter 1916)، (۲) ۱۹۱۹ (Nineteen Hundred and Nineteen) اور (۳) لیڈا اینڈ سوان (Leda and Swan)۔ الزبتھ کے مطابق ایسٹر ۱۹۱۶ء میں ییٹس نے سیاسی تشدّد کی عکاسی کی ہے اور اِس کا لہجہ بھی دی سکینڈ کومنگ سے مختلف ہے۔ دی سکینڈ کومنگ ایک ایسے وقت میں واقع ہوئی ہے جب واقعہ ابھی ختم نہیں ہوا بلکہ جاری ہے۔ اس لیے نظم حال کے صیغے میں ہے۔ جب کہ ایسٹر ۱۹۱۶ء میں فعل ماضی استعمال ہوا ہے۔ دی سکینڈ کومنگ میں بغیر معنی اور بغیر مقصد کے تشدّد کا بیان ہے اور تشدّد کا مجرم بھی غیر مرئی ہے۔

الزبتھ کے مطابق ییٹس کی نظم دی سکینڈ کومنگ اور نائینین ہنڈرڈ اینڈ نائنٹین کو کئی حوالوں سے جڑواں نظمیں کہا جا سکتا ہے۔ نظم دی سکینڈ کومنگ کے برعکس نائنٹین ہنڈرڈ اینڈ نائنٹین میں انسانی عامل اور عسکری تشدّد کے حوالے بڑی تعداد میں موجود ہیں جیسا کہ بدمعاش، عظیم افواج، بم، توپیں وغیرہ مگر دی سکینڈ کومنگ میں متشدد عمل کسی انسانی عامل سے آزاد ہے۔ تشدّد ہو رہا ہے مگر تشدد کرنے والا غائب ہے۔ ییٹس کی نظم لیڈا اور سوان وبا کے کئی سالوں بعد لکھی گئی۔ اِس میں تشدّد کرنے والا عامل غیر مرئی نہیں ہے اور جس پر تشدّد ہو رہا ہے وہ بھی قابلِ شناخت ہے۔ دیگر نظموں کے ساتھ مشترکہ خصوصیات رکھنے کے باوجود دی سکینڈ کومنگ تشدّد کے ایک غیر انسانی عامل کی وجہ سے امتیازی حیثیت رکھتی ہے اور یہی امتیاز اِس کو وبا سے متعلق بناتا ہے۔ جب کہ الزبتھ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اِس فرق کا مطلب یہ نہیں کہ دی سکینڈ کومنگ لازمی طور پر وبا سے متعلق ہو گی۔

یُوں محسوس ہوتا ہے کہ ییٹس کی یہ نظم شدید طور پر بیمار جسم کا خواب ہے۔ الزبتھ نے نظم کے کچھ مصرعوں کے حوالے سے اِس صورتِ حال کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے بے چینی سے کروٹیں بدلنے کا احساس جو نظم کے ابتدائی الفاظ میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ لفظ "turning" بخار کی حالت کی بے چینی کو ظاہر کرتا ہے۔ پہلے دونوں استانزوں میں متکلم کی بے ربط بڑبڑاہٹ اور حاملہ عورت کے بُرے خواب اور ذہنی انتشار کی صُورت میں ظاہر ہونے والا نظم کا اختتام اِسی بے چینی کا اظہار ہیں۔ الزبتھ نے اِس نظم کو اجتماعی اور عوامی وجود کے حوالے سے بھی دیکھا ہے۔ وبا کے دوران صِرف انفرادی سطح پر ہی لوگ تشدّد کا سامنا نہیں کرتے بلکہ سماجی ادارے اور سماجی ساختیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتی ہیں۔ مصنفہ کہتی ہیں کہ نظم میں انتشار اور بے چینی کے بیان سے کسی ایسے تشدّد کا اظہار تلاش کرنا مشکل ہے کیوں کہ جنگ اور وبا کے حالات ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ دی سکینڈ کومنگ میں سماجی سطح کے تشدّد کو شناخت کرنے کے لیے الزبتھ نے سماجی تشدّد کی مخصوص صورتوں کو پہلے دریافت کیا ہے۔ اِس دریافت کی خاطر اُنھوں نے وبا کے متعلق دو ایسی کلاسیکی نظموں کا جائزہ لیا ہے جن میں بیان کیے گئے وبا کے اثرات میں جنگ کا دخل نہیں ہے۔ (۱) گیو وانی بوکاشیو (Giovanni Boccaccio۔ ۱۳۱۳ء-۱۳۷۵ء) کی نظم "The

Decameron 1353 اور (۲) ڈینئل ڈیفو (Daniel Defoe۔ وفات ۱۷۳۱ء) کا ناول *A Journal of Plague Year* *1722*۔ الزبتھ کے نزدیک یہ دونوں کتابیں ییٹس کے مطالعے میں رہی تھیں۔ لہٰذا سماجی تشدد کی علامتیں وہاں سے ماخوذ ہو سکتی ہیں۔ بوکاشیو کی نظم میں طاعون ایک بڑی مصیبت کی صورت میں نازل ہوا جو تباہی و بربادی پھیلاتا رہا۔ ڈیفو کی زبان وبا کی تباہی کا احاطہ کرتی ہے۔ یہاں خالی گلیاں اور بند دُکانیں ہیں۔ ہوا خالی گھروں میں گھومتی پھرتی ہے۔ بوکاشیو اور ڈیفو نے سماجی ساختوں کی جس تباہی کا ذکر کیا ہے اور ییٹس کی نظم جس کی یاد دلاتی ہے وہ وبا کے تشدد سے منسلک ہے۔ الزبتھ کہتی ہیں کہ ڈبلن اور آئرلینڈ میں بھی اِسی طرح کے انتشار کا احساس اور انفلوئنزا کے دوران سماجی ساختوں کے بڑے پیمانے پر ٹوٹ پھوٹ کا تجربہ ہوا۔ مصنفہ نے مختلف رسائل و جرائد اور اخباری رپورٹوں کے حوالے سے جس سماجی تباہی کا تناظر تخلیق کیا ہے ییٹس کی نظم میں سماجی تشدد کو جاننے کے لیے اُسے پیشِ نظر رکھا ہے۔

کتاب کے تیسرے حصّے میں الزبتھ نے مقبول عام ادب پر وبا کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ انھوں نے اِس جائزے میں دو مقبول روایتوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ روحانیت کی روایت (Spiritualism) دوسری زومبی کی روایت۔ زومبی زیادہ مکمل اور جدید شکل میں تو ۱۹۵۰ء کے بعد سامنے آئے مگر وبا کے بعد کے سالوں میں بھی اِس پر کام ملتا ہے۔ اِن دونوں روایتوں کے تحت تخلیق ہونے والے مقبول ادب کو الزبتھ نے پہلی بار وبا کے تناظر میں دیکھا ہے۔ مقبول ادب میں روحوں اور زومبی کے ذریعے سے وبا کی غیر مادی اور نا قابلِ شناخت حالت کی تجسیم کی گئی ہے۔ الزبتھ لکھتی ہیں:

> مابعد وبا روحانیت اور زومبی کہانیوں نے خطرے کے بڑھنے اور پھر غائب ہونے کی وضاحت کے لیے متنوّع قابلِ عمل بیانیے پیش کیے ہیں۔ دونوں نے مُردوں کے زندوں کے مقامات میں نفوذ کو قابلِ مشاہدہ اور مادی بناتے ہوئے اپنی اپنی حدود کے مطابق اُن کی تصویر کھینچی ہے[۳۲]۔

اِن دونوں رجحانات میں نہ صِرف وبا کے استعارے دوبارہ تخلیق کیے گئے بلکہ ڈاکٹر کے کردار کو بھی حیاتِ نو ملی۔ روحانیت کے ضمن میں ایک ایسے ڈاکٹر کا کردار سامنے آتا ہے جو دُنیا میں وبا کے شکار مریضوں کا علاج کرنے میں ناکام رہتا ہے مگر موت کے بعد اِس دُنیا کے لوگوں کے علاج میں مدد دے کر اپنے احساسِ جُرم سے نجات پا لیتا ہے۔ وبا کی تباہ کاریوں میں میڈیکل سائنس کی ناکامی کا اِس کردار کے ذریعے مداوا ہو رہا ہے۔ روحانیت دراصل اپنے پیاروں کے غم میں ڈوبے ہوئے لاچار اور بے بس لوگوں کے لیے اُنھیں دوبارہ مادی صورت میں دیکھنے اور ملنے کی اُمید جگاتی ہے۔

الزبتھ نے روحانیت کے ضمن میں آرتھر کونان ڈوئل (Arthur Conan Doyle۔ ۱۸۵۹ء-۱۹۳۰ء) کے ناول *The Land of Mist* جو ۱۹۲۶ء میں لکھا گیا پر وبا کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ ناول کے آغاز کا منظر نامہ جس میں روحوں سے ملاقات

اور خوف کے واقعات شامل ہیں انفلوئنزا پر بنیاد رکھتا ہے۔ ناول میں تین بڑے کردار ہیں: پروفیسر چیلنجر (Challenger)، اُس کی بیٹی ای نِڈ (Enid) اور بیٹی کا دوست اور محبوب ایڈورڈ میلون (Edward Malone)۔ ایڈورڈ اور ای نِڈ روحوں پر تحقیق کرتے ہیں اور آخر میں پروفیسر چیلنجر کو بھی اِس کا قائل کر لیتے ہیں۔ پہلے ہی باب میں پروفیسر کی بیوی کی وبا سے وفات ہو جاتی ہے جِس کے غم نے اُسے نڈھال کر دیا۔ پروفیسر کی اِس غم زدہ حالت کا جو نقشہ ناول میں کھینچا گیا ہے۔ الزبتھ کے مطابق اس کی ذمہ دار وبا تھی جنگ نہیں، وبا ہی تھی جِس نے پروفیسر کو پہلے جیسا نہیں رہنے دیا۔ اِس ناول میں ڈاکٹر کا مثبت کردار اُجاگر کیا گیا ہے جو موت کے بعد اِس دُنیا میں تکلیف میں مبتلا لوگوں کی مدد کرتا ہے۔

الزبتھ او تکا ڈوئل کے ایکٹوپلازم (Ectoplasm) کے تصوّر اور روحوں کی فوٹو گرافی کا وبا کے تناظر میں جائزہ لیتی ہیں۔ بیسویں صدی کے اوائل میں اِن دونوں رجحانات کے فروغ پانے کی وجہ وہ تشفی اور سکون تھا جو غم زدہ لوگوں کو اِن کے ذریعے سے ملتا تھا۔ ایکٹوپلازم ایک ایسا مواد تھا جو بھاپ کی شکل میں معمول کے ناک، منہ اور کان سے نکلتا اور بعض اوقات ٹھوس شکل اختیار کر لیتا اور اُس میں آپ کے وہ عزیز جو اب اِس دُنیا میں نہیں مگر آپ کی یاد داشت میں ہیں اپنی جھلک دِکھلاتے تھے۔ اِسی طرح روح کی فوٹو گرافی میں اپنے کھوئے ہوئے عزیزوں کو ایک بار پھر دیکھنے کا موقع ملتا۔ الزبتھ کا موقف ہے کہ ڈوئل کی یہ تحریریں اور تصوّرات دراصل اُس غم کے زیرِ اثر سامنے آئے جو اُسے اپنے بیٹے اور بھائی کو وبا میں کھونے کے بعد برداشت کرنا پڑا۔

روحانیت کے ساتھ ساتھ وبا کے سالوں میں زومبی کی روایت کو بھی حیاتِ نو ملی کیوں کہ اِن دونوں کے پیچھے ایک ہی جیسے حالات کار فرما تھے۔ الزبتھ نے ایبل گانس (Abel Ganc ۱۸۸۹ء-۱۹۸۱ء) کی فلم اور ایچ پی لو کرافٹ (H.P. Love Craft ۱۸۹۰ء-۱۹۳۷ء) کی مختصر کہانیوں کا جائزہ لیتے ہوئے اِن پر وبا کے اثرات کی نشاندہی کی ہے۔ الزبتھ کی تحقیق کے مطابق ۱۹۵۰ء کے بعد سامنے آنے والے زومبی کے تصوّر اور اِس پر مبنی فلموں میں زومبی کردار میں غُصہ، احساسِ جُرم، بیماری کا خوف اور دہشت جیسے عناصر کو زیادہ وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ زومبی کا ماخذ دراصل ہیٹی کی ایک مذہبی روایت ہے جِس کے مطابق غیر فطری موت کا شکار ہونے والوں کی روحیں کمزور ہوتی ہیں اِس لیے اِنھیں غلام بنا کر اُن سے مختلف کام لیے جا سکتے ہیں۔ مصنفہ کی نظر میں گانس اور لو کرافٹ کے ہاں ظاہر ہونے والے زومبی اُسی روایت کی کڑی ہیں۔ وودو زومبی (Vodou Zombies) سے ہی ماخوذ وبائی یا پلیگ زومبی (Viral or Plague Zombie) کی اصطلاح سامنے آئی۔ وبائی زومبی وائرس سے پیدا ہوتے ہیں اِس لیے بُھوتوں کے ایک ہجوم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ زومبی کی یہ جدید شکل اگرچہ وبا کے اثرات کی عکاسی کرتی ہے مگر یہ پہلی بار ۱۹۶۸ء میں ایک فلم "Night of the Living Dead" میں سامنے آئی۔ اِس باب میں الزبتھ نے گانس کی جِس فلم کو شامل کیا ہے وہ زیادہ تر توجنگ کے حوالے سے ہے مگر آخری منظر وبا سے متاثر اجسام کی یاد دلاتا ہے جس میں مُردے قبرستان سے ایک

جلوس کی شکل میں گاؤں کی طرف رواں دواں ہیں۔ الزبتھ نے گانس کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر بلائیس سینڈرارز (Blaise Cendrars) کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اُس نے اِس منظر کی عکس بندی سے پہلے وبا کا شکار ہونے والے اپنے دوست اپولی نئیر (Apollinaire) کی قبر پر حاضری دی تھی وہاں اُسے ایک ہی دِن قبل مرنے والے دوست کی قبر کا نشان یُوں ملا کہ ایک قبر کے اُوپر اُسے اپولونئیر کے سر کی موجودگی کا وہم ہوا۔ اِسی طرح فرانس کی گلیوں میں وبا کی تباہی کے منظر بھی اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ الزبتھ کے مطابق اِن واقعات کے اثرات کے تحت مُردوں کی واپسی کا جو منظر فلم بند ہوا اُس میں جنگ سے زیادہ وبا کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ ایچ پی لوکرافٹ نے جو زومبی اپنی کہانیوں میں متعارف کروائے ہیں وہ زیادہ خطرناک ہیں اِن میں مُردوں کی واپسی، جان لیوا بیماریاں اور گوشت خور بلائیں ہیں۔ الزبتھ نے اِن خوفناک کہانیوں کو وبا کے بعد کی بے چینیوں کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ انھوں نے لوکرافٹ کی تین کہانیوں Herbert West: Reanimator، Cool Air اور In the Vault پر وبا کے اثرات کا تجزیہ کیا ہے۔ لوکرافٹ نے ہربرٹ ویسٹ: ری اینی میٹر ۱۹۲۲ء میں لکھی۔ اِس میں موجود زومبی کی تخلیق ۱۹۱۸ء کے وبا زدہ ماحول سے ہوئی ہے۔ کہانی ڈاکٹر ویسٹ کے گھناؤنے سائنسی تجربات پر مبنی ہے جِس میں وہ مُردوں کو زندہ کرنے کے طریقے دریافت کرتا ہے۔ وہ اور اُس کا دوست میڈیکل کی تعلیم کے دوران ہی اِن تجربات کا آغاز کر دیتے ہیں۔ اپنے تجربے کے لیے وہ تازہ مُردے حاصل کرتے ہیں اور اُنھیں اپنی بنائی گئی دوا کا ٹیکہ لگا کر زندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ الزبتھ کہتی ہیں کہ "اِس کہانی میں تابُوتوں کے ڈھیر، انتشار انگیز فضا، محصور ذمہ داران اور تھکے ہوئے ڈاکٹر ہر طرف پھیلے ہوئے انفلوئنزا کی عکاسی کرتے ہیں[۳۳]۔" لوکرافٹ نے اپنی کہانی میں احساسِ جُرم، خوف اور غیر مرئی دُشمن کی مبالغہ آمیز انداز میں تجسیم کی ہے۔ مصنف نے ڈاکٹر کو کہانی کے مرکز میں رکھا ہے جو خود وبا کا ذریعہ اور پروٹوزومبی بھی ہے۔ وہ جِن مُردوں کو زندہ کرتا ہے وہ ایک سے دوسرے مقام پر موت پھیلاتے پھرتے ہیں۔ الزبتھ کہتی ہیں کہ "یہ پروٹوزومبی قاری کے لیے کتھارسس کا باعث بنتا ہے۔ یہ ان دیکھے خطرے کو زندہ بلا میں بدل دیتا ہے جِس کو پکڑا اور قابو کیا جاسکتا ہے[۳۴]۔" کہانی کے آخر میں زومبیوں کے لوٹنے اور ہسپتال پر حملہ دراصل الزبتھ کے مطابق ۱۹۱۸ء کے بعد کی بے چینی اور پاگل پن کے متنوع عناصر کی طرف اشارہ ہے۔ Cool Air میں بھی لوکرافٹ نے زومبی ڈاکٹر کو پیش کیا ہے جو نسبتاً مہربان ہے۔ In the Vault میں گورکن کے کردار کو مرکز میں رکھا گیا ہے۔ گورکن کی وہی اکتائی ہوئی تصویر پیش کی ہے جو وبا کے دنوں میں کام کے بوجھ سے تشکیل پا چکی تھی۔ In The Vault میں گورکن کے برے رویے کا شکار ہونے والی لاش موقع ملتے ہی اس سے بدلہ لیتی ہے۔ لاش کے انتقام کا نشانہ بننے کے بعد گورکن کی حالت کے بارے میں الزبتھ کا کہنا ہے کہ:

> اُس کا وجود اُس کے ماضی کی بد سلوکیوں کا گواہ بن جاتا ہے۔ ایسا وجود جو احساسِ جُرم کا شکار ہو، زندہ موت سے

بمشکل بچ پایا ہو، جو خوف کا شکار اور دیر سے ہونے والے پچھتاوے میں گھر گیا ہو[۳۵]۔

اِن مناظر سے گورکنوں کی بدسلوکی پر ناراض لواحقین کو اپنے جذبات کے اظہار کا موقع ملا۔ لوکرافٹ کی یہ کہانیاں وبا کے غیر مرئی اثرات کی تجسیم کرتے ہوئے قاری کو کتھارسس کا موقع دیتی ہیں۔

عالمی جنگ اور عالمی وبا دونوں ہی فرد کے مقابل انبوہ سے متعلق واقعات ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جنگ انفرادی عمل ہے اور نہ وبا۔ جنگ کے اثرات اجتماعی عمل سے شروع ہو کر فرد تک پہنچتے ہیں جب کہ وبا کے اثرات فردِ واحد کی ابتلا سے آغاز پا کر پوری نوع تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ الزبتھ اوتکا نے اپنی اس تحقیق میں جدید ادب کو ایک نئے تناظر سے آشنا کیا۔ قبل ازیں اس کی تفہیم عالمی جنگوں کے یا وکٹوریائی عہد کی اقدار کی ٹوٹ پھوٹ کو سامنے رکھتے ہوئے کی جاتی رہی۔ وبا کو کہانی میں شاذ ہی جگہ مل سکی۔ سوچنے کی بات ہے کہ بیماری تو ایک فرد کا مسئلہ ہے اُس کو کہانی سے باہر کیسے رکھا جا سکتا ہے؟ جنگ کے مقابلے میں وبا کے انسانی زندگی پر اثرات کو نظر انداز کیسے کر سکتے ہیں؟ الزبتھ اوتکا عالمی وبا پر مبنی جدید ادب کے ضمن میں یہ باور کراتی ہیں کہ اِس کی حیثیت جنگ کے مقابلے میں ضمنی نہیں ہے بلکہ یہ اُسی طرح تخلیقی ذہن پر اثرات مرتب کرتی ہے جس طرح جنگ۔ مگر تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ وباؤں کی پیش بندی سے لے کر ان کے اثرات تک ہر مرحلے پر وبا کے خطرے سے آنکھیں چرائی گئیں۔ جس طرح تاریخ اور حافظے میں انفلوئنزا وبا کو جنگ کے مقابلے میں نظر انداز کیا گیا اسی طرح کووڈ-۱۹ سے قبل رونما ہونے والے بڑے واقعات مستقبل کی منصوبہ بندی میں اہمیت اختیار کرتے گئے۔ ماہرین کی تنبیہ اور عالمی وبا کے خطرے کے باوجود اس کو نظر انداز کیا گیا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے کسی قسم کی تیاری نہ کی گئی۔ اکیسویں صدی میں ۱۱/۹ کا واقعہ، دہشت گردی کی جنگ اور عالمی مالیاتی بحران جیسے قابل مشاہدہ واقعات منصوبہ سازوں کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ بڑی طاقتوں کے بجٹ کا زیادہ حصہ دہشت گردی کی جنگ کے لیے مختص ہوتا رہا۔ کورونا کے دوران پہلے پہل حقیقت سے انکار کا وہی رویہ دیکھنے کو ملا جس کی نشاندہی الزبتھ اوتکا نے اپنے تجزیے میں کی ہے۔ مصنفہ نے جدید ادب کے حوالے سے جن رویوں کی بات کی ہے حالیہ وبا نے بھی انفرادی اور اجتماعی سطح پر کم و بیش ویسے ہی طرزِ عمل کو جنم دیا۔

آخر میں امید کی جانی چاہیے کہ اردو اور پاکستانی زبانوں کے ادب میں وباؤں کی نمائندگی کے متنوع طریقوں پر عالمانہ انداز میں لکھا جائے گا۔

حواشی و حوالہ جات

* (پ:۱۹۷۸ء)اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج برائے خواتین گلبرگ، لاہور۔

۱۔ جیرارڈ دیلانٹی[Gerard Delanty]،برطانیہ کی University of Sussex میں سوشیالوجی کے پروفیسر اور یوروپین جرنل آف سوشل تھیوری *Europeon Journal of Social Theory* کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ان کی مرتبہ کتاب ۲۰۲۱ میں شائع ہوئی۔اس کتاب میں کووڈ کے بارے میں مختلف مصنفین کے مضامین شامل ہیں۔

۲۔ جول ووس[Joel Vos]،*The Psychology of Covid -19*(لندن: سیج پبلی کیشنز،۲۰۲۱)،۴۔

۳۔ شوارس نیگر جرمنی کی آگس برگ[Augsburg]یونیورسٹی میں شعبہ ابلاغِ عامہ میں سینئر محقق ہیں، جب کہ نیلسن کا تعلق لسبن کی کیتولیکا پُرتگیزا[Catolica Portuguesa]یونیورسٹی کے بشری سائنسوں کے شعبے سے ہے۔ان کی مرتبہ کتاب *Media and The Dissemination of Fear* میں مختلف مصنفین کے تحقیقی مضامین شامل ہیں۔ ان میں دیکھا گیا ہے کہ وباؤں اور جنگوں کے دوران سیاسی ادارے خوف کو کیسے اپنی طاقت کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اور میڈیا کیسے مبالغہ آرائی کے ذریعے سیاسی اداروں کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ سنجے گپتا،*World War C*(لندن: ہیڈلائن پبلشنگ ہاؤس،۲۰۲۱)،۱۷۔

اصل انگریزی اقتباس:

"World War C will change how we govern, lead, interact, travel, shop, educate, worship, and work, as well as how we think, socialize, participate in the world, parent and take care of one another."

۵۔ فرید زکریا،*Ten Lessons for a Post-Pandemic World* (نیویارک: ڈبلیو ڈبلیو نورٹون اینڈ کمپنی،۲۰۲۰)،۱۶۴۔

اصل انگریزی اقتباس:

"In most eras, history proceeds along a set path and change is hard. But the novel corona virus has upended society, Peoples are disoriented. Things are already changing, and in that atmosphere, further change becomes easier than ever."

۶۔ الزبتھ اوتکا[Elizabeth Outka]،*Viral Modernism*(نیویارک: کولمبیا یونیورسٹی پریس،۲۰۲۰ء)،۲۔

اصل انگریزی اقتباس:

"Despite the pandemic's seeming disappearance, its traces are everywhere in the literature and the culture…."

۷۔ ایضاً۔

اصل انگریزی اقتباس:

"These realms of experience - the sensory, the atmospheric, and the affective - are often precisely the realms left out of written histories but infused into memories, poems and novels. While the national governments at the time remained invested in structuring the moment around the war, literature became an outlet for alternative frames, offering places to "see" the private, endlessly repeated horror of a Grim Reaper that stalked silently and stealthily."

۸۔ ولیم ایچ میکنیل[William H.Mcneill]،*Plagues and Peoples*(نیویارک: اینکر پریس،۱۹۷۶ء)،۱۔۴۔

۹۔ الزبتھ اوتکا[Elizabeth Outka]، *Viral Modernism*،۳۔

اصل انگریزی اقتباس:

"The pandemic is a hidden force that has been there all along, exerting weight and influence. When we learn to see the effects of this force, a new interpretive landscape emerges. Illness and

the body become more central, with iconic texts articulating the rippling and hard - to - capture effects that an invading virus produces within the physical body and in the body politic. The war shifts from the central source of horror and tragedy to a paired event of mass death, its memorialization bringing the war's missing into view while obscuring bodies fallen in the pandemic.”

۱۰۔ کرسٹن ڈبلیو۔ میکملن، *Pandemics:Avery Short Introduction* (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۶ء)، ۹۳۔۹۴

۱۱۔ ڈاکٹر سنجے گپتا، *World War C* (لندن: ہیڈلائن پبلشنگ گروپ، ۲۰۲۱)، ۷۵۔

۱۲۔ الزبتھ اوتکا، *Viral Modernism*، ۱۱۔

۱۳۔ ایضاً، ۱۲۔

۱۴۔ ایضاً، ۱۸۔

۱۵۔ ایضاً، ۴۹۔

اصل انگریزی اقتباس:

“Vigorous, clean-blooded young fellows of nineteen and twenty turned over and died because they had lost their courage, because other people were dying, -because death was in the air,”

۱۶۔ ایضاً، ۵۵۔

اصل انگریزی اقتباس:

“The pale rider becomes a fantasy of embodiment-and an embodiment of the meaninglessness and pointlessness of the pandemic’s form of death.”

۱۷۔ ایضاً، ۷۳۔

اصل انگریزی اقتباس:

“Cather chooses to uphold the cultural frame and insists on the war’s centrality; Porter works to adjust the frame’s borders to expose the new guilt and narrative disruptions the relationship produces.”

۱۸۔ ایضاً، ۷۸۔

اصل انگریزی اقتباس:

“Wolfe seeks to make this threshhold more tangible and more controllable, to bring the dead back in ways that might be seen and felt.”

۱۹۔ ایضاً، ۸۳۔

۲۰۔ کرسٹن ڈبلیو میکملن [Christian W. Mcmillen]، *Pandemics: A very Short Introduction* (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۶ء)، ۹۴۔

اصل انگریزی اقتباس:

“Infection often led quickly to a deadly form of Pneumonia. Mortality was much higher than in any other flu pandemic.”

۲۱۔ ایضاً، ۹۰۔

اصل انگریزی اقتباس:

“Maxwell registers how the war’s noisy, visible, and public fanfare (especially at its ending) could appealingly but problematically counter the vast uncertainty and quiet menace the virus brought as it sunk into homes.”

۲۲۔ ایضاً،۱۰۴۔

۲۳۔ ایضاً،۱۰۴۔

اصل انگریزی اقتباس:

"In her essay, she questions directly why literature has been so silent on the impact of illness:"one would have thought," She writes, that novels… would have been devoted to influenza."

۲۴۔ ایضاً،۱۱۰۔

اصل انگریزی اقتباس:

"Pandemic did not lend itself to plot: the deaths did not fit into a story of love or heroism, and the tragedy seems meaningless. On a more individual level, the experience of illness could seem unstructured, as Woolf indeed captures in the free-floating, mildly delirious quality of her essay and her jumps from topic to topic."

۲۵۔ ایضاً،۱۱۳۔

اصل انگریزی اقتباس:

"Clarissa's role as a pandemic survivor comes into sharper focus when viewed through the overt portrayals I explored in part 1."

۲۶۔ ایضاً،۱۱۵۔

اصل انگریزی اقتباس:

"Her illness seems to have robbed her not only of agency and story but of her very body."

۲۷۔ ایضاً،۱۱۶۔

اصل انگریزی اقتباس:

"Woolf describes the experience of hatred, fear, and insecurity that surely could come from many sources for Clarissa. But her language also offers a vivid picture of the dread and anxiety stemming from influenza, the sense that Clarissa could never again be secure "since her illness, "that this shadowy monster might return at any time,a fear that was, as we have seen, pervasive after the pandemic."

۲۸۔ ایضاً،۱۳۱۔

اصل انگریزی اقتباس:

"The psychological impacts of influenza that I summarize above fell on bodies already worn down by the mental health issues the war produced, from shell shock to grief to survivor's guilt. And the flue's physical impacts fell on bodies physically weakened by combat and wartime scarcity."

۲۹۔ ایضاً،۱۵۲۔

اصل انگریزی اقتباس:

"We are in rats 'alley/Where the dead men lost their bones."

۳۰۔ ایضاً،۱۵۲۔

اصل انگریزی اقتباس:

"White bodies naked on the low damp ground / and bones cast in a little low dry garret, / Rattled by the rat's foot only."

۳۱۔ ایضاً، ۱۶۹۔

اصل انگریزی اقتباس:

“When we account for illness- based violence, we grant a critical pandemic context to the poem, but we also do more. The violence at the heart of lethal illness becomes visible, the pandemic emerges as the cataclysmic force it was, and our readings of Yeatsean violence shift, as viral - and human - generated destruction emerge as instructive foil for each other.”

۳۲۔ ایضاً، ۲۰۱۔

اصل انگریزی اقتباس:

“Post-pandemic spiritualism and zombie tales offered multiple, workable alternatives to explain the threat’s rise and disappearance. Both created their own type of “mapping” making visible and material penetration of the dead into the spaces of the living; …”

۳۳۔ ایضاً، ۲۳۲۔

اصل انگریزی اقتباس:

“The stacks of coffins, the chaotic atmosphere, the besieged undertakers, and the exhausted doctors reflect widespread influenza conditions…”

۳۴۔ ایضاً، ۲۳۴۔

۳۵۔ ایضاً، ۲۴۱۔

اصل انگریزی اقتباس:

“His existence bears witness to his past misdeeds, a figure of the guilt-ridden, living-dead survivor, “preyed” upon by fears and a “belated sort of remorse.”

Bibliography

Delanty, Gerard (ed.). *Pandemics, Politics, and Society*. Boston: Walter De Gruyter, 2021.

Gupta, Sanjay. *World War-C*. London: Headline Publishing Group, 2021.

H.Mcneill, William. *Plagues and Peoples*. New York: Anchor Press, 1976.

Nelson, Ribeiro and Christian Schwarzengger (ed.). *Media and the Dissemination of Fear*. Palgrave Macmillan. 2021

Outka, Elizabeth. *Viral Modernism*. New York: Colombia University Press, 2020.

Vos, Joel. *The Psychology of Covid-19*. London: Sage Publications, 2021.

W. Mcmillen, Christian. *Pandemics A Very Short Introduction*. New York: Oxford University Press, 2016.

Zakaria, Fareed. *Ten Lessons for A Post-Pandemic World*. New York: W.W Norton and Company, 2020.